

www.KitaboSunnat.com

جمعة المبارک

فضائل آداب مسائل و احکام

ترتیب و تدوین

آئندہ شکیلہ قرصہ

تالیف و پیشکش

الشیخ ابو خالد محمد منیر قرصہ حفظہ اللہ
ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

فشر و توزیع

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان جیمینل ٹرک (ریاکوٹ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

جمعة المبارک

فضائل و آداب، مسائل و احکام



تالیف و پیشکش

الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر

ترجمان مہرسم کورٹ، الغبر

و داعیہ متعاون، مراکز دعوت و ارشاد

الدرمام، الغبر، الظہران

(مترجم عربی)

www.KitaboSunnat.com

ترتیب و تدوین

آلہ شکیلہ قرطابی

نشر و توزیع

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ، تحصیل ڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)

اشاعت کے دائمی حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

جمعة المبارک فضائل و آداب مسائل و احکام

الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

شکیلہ قمر صاحبہ

غلام مصطفیٰ فاروق (خطیب ڈسکہ)

دسمبر 2002ء

آنسو نیلہ قمر و آنسو ناہیہ قمر

نام کتاب

تألیف و پیشکش

ترتیب و تدوین

ناشر و طابع

طبع اول

کمپوزنگ

سٹاکسٹ

المکتبہ السلفیہ

شیش محل روڈ لاہور فون نمبر: 7237184

پاکستان میں ملنے کے پتے

● مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور

● مدینہ کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

● والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

● احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی

● مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد

● مکتبہ علمیہ، کراچی

● جامعہ شمس الہدیٰ، ڈسکہ

ہندوستان میں ملنے کے پتے

● توحید پبلی کیشنز، ایس۔ آر۔ کے

● گارڈن بنگلور فون نمبر: 6650618

● چارمینار بک سٹور

● چارمینار روڈ شیواجینگر بنگلور نمبر 1

غلام مصطفیٰ فاروق مدیر

رابطہ

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فہرست مضامین

- 7 ☆ عرض مؤلف
- 9 ☆ ابتدائی تاریخ جمعہ
- 10 ❁ آغاز جمعہ
- 13 ❁ نماز جمعہ
- 15 ❁ ایک مبارک گھڑی
- 16 ❁ مبارک گھڑی کی تعیین
- 20 ❁ فضیلت و وظیفہ جمعہ
- 21 ☆ تاریکین جمعہ کیلئے وعید
- 23 ❁ فرضیت جمعہ
- 24 ❁ فرضیت جمعہ سے مستثنیٰ لوگ اور ترک جمعہ کیلئے شرعی عذر
- 28 ☆ مستحبات و آداب جمعہ
- 28 ❁ جمعہ کے دن غسل کرنا
- 31 ☆ ممنوعات و مکروہات جمعہ
- 33 ☆ مباحات جمعہ
- 33 ❁ جلد مسجد چلے جانے کی فضیلت
- 35 ❁ عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا
- 36 ❁ گردنیں نہ پھلانگنا

- 37 ☆ جمعہ اور دیگر ایام میں آداب مجلس
- 37 1- کندھوں کو نہ پھلانگنا
- 37 2- کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھنا
- 38 3- گوٹھ مار کر نہ بیٹھنا
- 40 4- اونگھ آنے پر جگہ بدل لینا
- 40 ☆ نظافت و سلیقہ
- 41 ☆ دیہات میں جمعہ
- 41 ☆ قول جواز اور اس کے دلائل
- 43 ☆ قول عدم جواز کے بعض دلائل اور ان کی استنادی حیثیت
- 45 ☆ جمعہ کیلئے نمازیوں کی تعداد
- 45 ☆ قول اول اور اس کے دلائل
- 46 ☆ دیگر اقوال و دلائل
- 47 ☆ مسجد یا میدان
- 48 ☆ فوجی چھاؤنیوں میں جمعہ
- 48 ☆ جیلوں میں جمعہ کا حکم
- 49 ☆ چھوٹے چھوٹے جزیروں اور چھاؤنیوں میں جمعہ کا حکم
- 50 ☆ ظہر احتیاطی کا مشورہ
- 51 ☆ بحری جہاز وغیرہ میں جمعہ
- 51 ☆ ایک سوال
- 52 ☆ اس کا فاضلانہ جواب
- 53 ☆ جمعہ سے پہلے سنن و نوافل کی تعداد

- 53 ❁ چار رکعتیں کہنے والوں کے دلائل اور ان کا تجزیہ
- 55 ❁ عدم تعین
- 55 ❁ دوران خطبہ دور کعتیں (تحیۃ المسجد)
- 62 ❁ جمعہ کا وقت اور اذان
- 65 ❁ اذان عثمانی
- 67 ❁ منبر پر چڑھ کر سلام کہنا
- 67 ❁ بوقت خطبہ نمازیوں کے بیٹھنے کا انداز
- 69 ❁ خطبہ جمعہ کیلئے خطیب کی جگہ
- 70 ❁ کھڑے ہو کر خطبہ دینا
- 72 ❁ خطبہ جمعہ کا حکم
- 72 ❁ اجزاء خطبہ
- 73 ❁ خطیب کے بارے میں چند احکام
- 73 1- اما بعد کہنا
- 74 2- ہاتھ میں عصا لینا
- 74 3- خطبہ منقطع کرنا
- 75 4- غیر متعلقہ بات کرنا
- 76 5- بوقت دعا ہاتھ اٹھانا
- 77 6- سخت ضرورت کے وقت نمازی کا بات کرنا
- 77 ❁ کیا خطبہ جمعہ غیر عربی میں جائز ہے
- 78 ❁ ایک سوال

- 81 ❁ جمعہ کے دو خطبے یا تین؟
- 82 ❁ مقبول عام کتب فقہ کی رو سے
- 84 ❁ نماز جمعہ کی فرض رکعتیں
- 84 ❁ رکعات جمعہ میں قرأت
- 85 ❁ فجر جمعہ میں قرأت
- 85 ❁ حصول جمعہ کی شرط
- 87 ❁ اگر آدمی کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو جمعہ کی نماز پڑھے یا ظہر کی؟
- 87 ❁ ایک سوال
- 88 ❁ الجواب بعون الوهاب
- 89 ❁ فرضوں کے بعد سنتیں
- 91 ❁ چار رکعتیں کیسے؟
- 91 ❁ اجتماع عید و جمعہ کی شکل میں ایک افواہ، ایک رخصت
- 91 ❁ اولاً
- 91 ❁ ثانیاً
- 91 ❁ ایک افواہ اور اس کی حقیقت
- 96 ❁ نماز جمعہ کے حکم میں تغیر و رخصت
- 98 ❁ اصحاب رخصت
- 100 ❁ مصادر و مراجع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مولف

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرٍ
اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ
يُضِلِّهْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ .

اَمَّا بَعْدُ :

قارئین کرام !

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

متحدہ عرب امارات میں قیام کے دوران اللہ کی توفیق و عنایت سے ریڈیو
اُمّ القیوین کی اردو سروس سے طویل عرصے تک روزانہ دینی پروگرام پیش کرنے کی
سعادت حاصل رہی۔ دین و دنیا کے مستقل عنوان کے تحت یہ پروگرام مسلسل بارہ
سال (۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ء) تک نشر ہوتا رہا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اسی پروگرام میں ”جمعة المبارک کے فضائل و آداب اور مسائل و احکام“ پر
قدرے تفصیل سے گفتگو کا موقع ملا، جسے اب ہماری لختِ جگر شکلیہ قمر سَلَّمَہَا اللّٰهُ
وَوَفَّقَهَا لِکُلِّ خَیْرٍ وَتَقَبَّلْ مِنْهَا نے مرتب و مدوّن کر کے ہمارے عزیز قارئین
کیلئے باعثِ استفادہ بنادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو شرفِ قبول سے نوازے،

اسے ہماری دنیا و آخرت کیلئے ”حَسَنَة“ بنائے، اور ہمارے تمام معاونین کو
جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

و السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته .

الخبیر . المحکمۃ الکبریٰ ابو حسان محمد منیر قمر نواب الدین

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ . ترجمان سیریم کورٹ . الخبیر

۱۴ جولائی ۲۰۰۲ء . الرمز البریدی ۳۱۹۵۲

و داعیہ متعاون ، مراکز دعوت و ارشاد

الدمام . الخبیر . الظہران

(سعودی عرب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جمعة المبارک

ابتدائی تاریخ جمعہ

یومِ جمعہ کو عہدِ جاہلیت میں [یومِ العروبة] کہا جاتا تھا، اسی طرح پورے ہفتے کے ساتوں دنوں کے نام ہی آج سے مختلف تھے۔ آج ہفتے کے دنوں کی جو ترتیب یوم الجمعة، یوم السبت، یوم الأحد، یوم الاثنين، یوم الثلاثاء، اور یوم الخميس ہے، عہدِ جاہلیت میں یہ ترتیب یوں تھی: یوم العروبة، شبار، اول، اھون، جبار، دبار، اور مؤنس اور اہل لغت و تاریخ میں اس بات پر اختلاف ہے کہ جمعہ کو کب؟ کس نے؟ اور کیوں یہ نام دیا؟۔ فرّاء کے نزدیک کعب بن لؤی نے یہ نام رکھا اور علامہ ابن حزم نے کہا ہے کہ جمعہ اسلامی نام ہے، عہدِ جاہلیت میں یہ نام پایا ہی نہیں جاتا تھا (1)

الأمالی میں ثعلب کے بقول، قصی نے یومِ جمعہ کا نام رکھا تھا، کیونکہ وہ لوگوں کو اس دن جمع کیا کرتا تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن چونکہ لوگوں کا نماز کیلئے اجتماع ہوتا ہے، اس لئے یہ نام رکھا گیا۔ جبکہ زیر نے کتاب النسب میں لکھا ہے کہ کعب بن لؤی اس دن لوگوں کو جمع کیا کرتا تھا اور انھیں حرم شریف کی تعظیم کا حکم، یہیں سے ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت اور دیگر وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔

لہذا اس دن کا نام ہی جمعہ رکھ دیا گیا اور جمعہ کی وجہ تسمیہ اس کا جامع اکمل الخلاق ہونا بھی ایک ضعیف سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جبکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مسند أحمد اور ابن خزيمة میں ہے اور ابن

(1) المحلی لابن حزم ۴۵/۵۳، حافظ ابن حجر نے اسے محلی نظر قرار دیا ہے۔

آبی حاتم نے بھی نقل کی ہے جسکی مرفوعاً تو سند کمزور یا حسن ہے مگر موقوفاً تو یہ ہے کہ اس دن کا نام جمعہ اس لئے رکھا گیا تھا:

(يَوْمُ الْجُمُعَةِ بِهِ جُمِعَ أَبُوكَ أَوْ أَبُوكُمْ.)

”اسی دن حضرت آدمؑ کی تخلیق کے اجزاء جمع کئے گئے تھے“

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اسی قول کو اصح الاقوال قرار دیا ہے۔ (2)
اسی بات کی تائید صحیح احادیث سے ہوتی ہے جن کا ذکر فضائل جمعہ کے ضمن میں آ رہا ہے (3)

آغازِ جمعہ

خطبہ و نمازِ جمعہ کا باقاعدہ آغاز کب ہوا؟ اس سلسلہ میں ابو داؤد، ابن ماجہ، مسند أحمد، ابن حبان اور بیہقی میں ایک حدیث ہے کہ حضرت کعب بن مالک ؓ جب بھی جمعہ کی آذان سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہ ؓ کیلئے رحمت کی دعاء کرتے، انکے بیٹے عبدالرحمنؓ نے سبب پوچھا تو بتایا:

(لَآئِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ جُمِعَ بِنَا.)

”کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ہمیں جمعہ پڑھایا تھا“

اس حدیث میں اس مقام کا نام حرہ بنو یاضہ کا ذکر بھی ہے [جو کہ مدینہ منورہ سے ایک میل باہر ایک گاؤں تھا]۔ (4)

عبدالرحمنؓ نے اپنے والد گرامی سے پوچھا:

(كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟) ”ان دنوں آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے؟“

(2) فتح الباری ۳۵۳/۲ و صحیح ابن خزيمة ۱۱۸/۳.

(3) نیز دیکھیے: فتح الباری ۳۵۳/۲، الفتح الربانی ۳۲۶-۳، سیرت ابن ہشام ۵۸/۲.

(4) عون المعبود و نیل الأوطار.

انھوں نے کہا کہ ہم چالیس آدمی تھے، اور ابنِ ماجہ میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ جمعہ پڑھنے کا یہ واقعہ نبی ﷺ کے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے کا ہے (5)

مصنف عبد الرزاق میں صحیح سند کے ساتھ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ اور دار قطنی و طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو فریضۃ جمعہ کی وحی تو مکہ مکرمہ میں ہی کر دی گئی تھی مگر وہاں کفار و مشرکین کے دباؤ کی وجہ سے آپ ﷺ اس کا اہتمام نہ کر سکے تھے اور جب آپ ﷺ کے بعض صحابہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تو آپ ﷺ نے انھیں پیغام بھیجا کہ وہ جمعہ کا اہتمام کریں تو انھوں نے جمعہ پڑھا جبکہ ان کی تعداد اتفاق سے چالیس تھی (6)

دار قطنی نے حسن سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہجرت نبوی سے پہلے جمعہ کا یہ اہتمام باقاعدہ آپ ﷺ کے حکم سے ہوا تھا (7) صحیح بخاری و أبو داؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

(إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجَوَاثِي مِنَ الْبُحَيْرِينَ) (8)

”نبی اکرم ﷺ کی مسجد میں اقامت شعائر جمعہ کے بعد سب سے پہلے جس

(5) نیل الأوطار ۲/۲۳۰، أبو داؤد ۳/۳۹۹-۴۰۰،

الإرواء ۳/۶۷، حافظ ابن حجر اور شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(6) فتح الباری ۵/۲، نیل الأوطار ۲/۲۳۱۔

(7) التلخیص للحافظ و منه الألبانی فی الإرواء ۳/۶۸۔

(8) بخاری ۲/۲۷۸-۸۶، أبو داؤد ۳/۳۹۷-۳۹۸، نیل الأوطار ۲/۲۳۳۔

مسجد میں جمعہ ہوا، وہ بحرین میں جواثی کے بنو عبد القیس کی مسجد ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ وکیع کی روایت میں
جواثی کے بعد [قَرِيَّةٌ مِّنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ] اور دوسری روایت میں [قَرِيَّةٌ مِّنْ قُرَى
عَبْدِ الْقَيْسِ] کے الفاظ ہیں۔ (9)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ
شروع ہوا وہ بحرین کے ایک گاؤں یا بنو عبد القیس کے دیہات میں سے ایک گاؤں کی مسجد
میں تھا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے، وہ یوں ہے:
(بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمُدُنِ) .
”دیہات اور شہروں میں ادائیگی جمعہ کا بیان“۔

جواثی کے گاؤں ہونے کی صراحت صحیح بخاری، کتاب المغازی اور
أبو داؤد والی حدیث کے الفاظ میں ہی موجود ہے۔ (10)

اس حدیث میں اس بات کی طرف واضح اشارہ موجود ہے کہ [اہل حجاز کے
بعد] سب سے پہلے بحرین اور اس کے بھی ایک قبیلہ بنو عبد القیس کے لوگوں کا گاؤں
ایمان لانے میں دنیا والوں سے سبقت لے گیا اور نور اسلام سے متور ہوا۔ (11)
یہ تو جمعہ کی بالکل ابتدائی تاریخ ہے اور سابقہ آخری حدیث میں چھوٹے چھوٹے
دیہات میں بھی ادائیگی جمعہ کا واضح ثبوت موجود ہے، البتہ اس مسئلہ میں ائمہ کے مختلف
اقوال ہیں، انکی کچھ ضروری تفصیل ہم آگے چل کر ذکر کریں گے، اِنْ شَاءَ اللہ

(9) فتح الباری ۲/۳۸۰.

(10) بخاری ۸۶/۸، أبو داؤد ۳/۳۹۸.

(11) فتح الباری ۲/۳۸۱ وفی أواخر کتاب الإیمان .

نمازِ جمعہ

یہ اُن نمازوں میں سے ہے جو صرف اجتماعی طور پر ہی ادا کی جاتی ہے، یہ اپنی مخصوص نوعیت اور امتیازی شان کی وجہ سے اس امت کا گویا شعار ہے۔ اور نماز پنجگانہ کو جماعت سے ادا کرنے کے جو مصالح اور منافع ہیں وہ سب کے سب وسیع تر پیمانے پر اس ہفتہ وار نمازِ جمعہ سے بھی حاصل ہوتے ہیں، بلکہ کچھ مزید حکمتیں اور مصلحتیں ایسی بھی ہیں جو اس اجتماعی نمازِ جمعہ ہی سے وابستہ ہیں، مثلاً روزانہ پانچ وقت کی جماعت میں ایک محدود حلقہ ہی ہوتا ہے یعنی صرف ایک محلہ ہی کے مسلمان جمع ہو سکتے ہیں، اس لئے ہر ہفتہ میں ایک دن ایسا بھی رکھ دیا گیا جس میں پورے شہر اور مختلف محلوں کے مسلمان بڑی جامع مساجد میں جمع ہو جایا کریں اور ایسے اجتماع کیلئے ظہر ہی کا وقت زیادہ موزوں ہو سکتا تھا، لہذا وہی رکھا گیا اور دو فرض رکعتوں سے قبل خطبہ لازمی کر دیا گیا تاکہ یہ اجتماع تعلیمی و تربیتی لحاظ سے اور بھی مفید و موثر بن جائے۔

اس تعلیمی و اصلاحی اجتماع کیلئے یومِ جمعہ اس لئے مقرر کیا گیا کہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے یہی سب سے زیادہ باعظمت و بابرکت ہے، اور جس طرح ہر رات کے آخری پہر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اپنے بندوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور جس طرح سال کی راتوں میں سے ایک رات، لیلۃ القدر خاص الخاص درجہ تک رحمتوں اور برکتوں والی ہے، اُسی طرح ہفتہ کے سات دنوں میں سے یومِ جمعہ، اللہ کے خاص الطاف و عنایات کا دن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسی دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے اور اہم واقعات رونما ہوئے، اور ہونے والے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم، أبو داؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

(خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَ

فِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي
يَوْمِ الْجُمُعَةِ. (12)

”سب سے اچھا دن جس میں سورج طلوع ہوا، وہ جمعہ کا دن ہے، اسی روز آدم کی پیدائش و تخلیق ہوئی، اسی روز وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن ہی اس سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ ہی کے دن آئے گی۔“

سنن ابن ماجہ و مسند أحمد میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(سَيِّدُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ، وَأَعْظَمُ عِنْدَ

اللَّهِ تَعَالَى مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ وَ يَوْمِ الْأَضْحَى)

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں کا سردار دنِ یومِ جمعہ ہے اور یہ سب سے زیادہ عظمت والا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیدِ الفطر اور عیدِ الاضحیٰ سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔“

آگے فرمایا:

”اسمیں پانچ خاص باتیں ہیں، اسی میں اللہ نے آدم کو پیدا کیا، اسی دن زمین پر اتارا، اسی دن انھیں فوت کیا، اسی میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے وہ اُسے دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی حرام چیز کا مطالبہ و سوال نہ کرے اور اسی دن میں قیامت آئے گی، اور اللہ کا کوئی مقرب فرشتہ، آسمان، زمین، ہوائیں، پہاڑ اور سمندر ایسا نہیں کہ وہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔“ [کہ کہیں یہی آنے والا جمعہ روزِ قیامت نہ ہو] (13)

جبکہ أبو داؤد، ترمذی، نسائی، مؤطا امام مالک، مسند أحمد، ابن خزيمة،

(12) مشکوٰۃ ۴۷۵/۳، نیل الأوطار ۳۶۲/۳۴۰.

(13) حافظ العراقي، علامة البويعصری اور شيخ الألبانی نے اسے حسن قرار دیا،

الفتح الرباني ۲۶۶/۴، نیل الأوطار ۳۶۲/۳۴۰، مشکوٰۃ ۴۷۵/۳۴۰.
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن حبان، مستدرک حاکم اور بیہقی میں ایک طویل حدیث ہے جس میں ہے کہ:
 ”ہر جاندار جمعہ کے دن قیامت کے انتظار میں ڈرتا رہتا ہے، سوائے جنوں
 اور انسانوں کے“۔ (14)

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں
 نے [سورہ مائدہ کی تیسری] آیت: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ
 عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ پڑھی، اس وقت ان کے پاس
 ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا، اُس نے کہا:

”اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اُس دن عید منایا کرتے جس دن نازل ہوتی“
 تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”یہ آیت اُس دن نازل ہوئی جس دن ہماری دو عیدیں اکٹھی تھیں۔ یعنی
 [حجۃ الوداع کے موقع پر] یوم عرفہ اور وہ بھی جمعہ کے دن“۔ (15)

ترمذی اور مسند أحمد میں ایک متکلم فیہ اور ضعیف سند والی لیکن بعض دیگر
 شواہد سے تقویت حاصل کر لینے والی ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے:
 ﴿مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ
 اللَّهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ﴾ (16)

”جو مسلمان جمعہ کے دن [یا اُس سے پہلے والی] جمعہ کی رات کو فوت ہو، اُسے
 اللہ تعالیٰ فتنہ قبر سے بچا لیتا ہے“۔

ایک مبارک گھڑی

صحیح بخاری و مسلم سمیت تقریباً تمام ہی معروف کتب حدیث میں

14) مشکوٰۃ ۴۲۸/۱-۴۲۹، الفتح الربانی ۵/۶-۷، شرح السنۃ ۳۰۶/۳-۳۰۸،

نیل الأوطار ۲۳۵/۳-۲۳۶.

16) مشکوٰۃ ۲۸۳/۳، الفتح الربانی ۸/۶.

15) مشکوٰۃ ۳۳۲/۱.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

س (إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ) (17).

”جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی بھی ہے کہ اس میں جو مسلمان نماز کے دوران اللہ سے کوئی بھی سوال کرے، اللہ تعالیٰ اُسے وہی دے دیتا ہے“.

بخاری و مسلم میں یہ بھی مذکور ہے کہ اُس گھڑی کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بہت تھوڑا سا وقت ہے.

جمعہ کے دن والی مبارک گھڑی کی تعیین

روز جمعہ کی وہ مبارک گھڑی جس میں بندہ مسلم اپنے رب سے جو کچھ مانگے وہ اُسے عطا کرتا ہے، اس گھڑی کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، اور اُس کی تعیین میں اقوال کے متعدد ہونے کا سبب دراصل یہ ہے کہ مختلف احادیث میں اُس کے بارے میں مختلف اوقات کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم، أبو داؤد اور بیہقی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اُس گھڑی کے بارے میں مرفوعاً مروی ہے:

(هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ) (18)
”وہ گھڑی خطیب کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز مکمل ہونے تک ہے“

یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم میں مرفوعاً آئی ہے، لیکن بعض محدثین کرام کے نزدیک اس میں انقطاع و اضطراب پایا جاتا ہے، اور دارقطنی نے اس حدیث کے مرفوع ہونے کی بجائے اس کے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونے کو ہی صحیح قرار دیا

(17) مشکوٰۃ ۶/۳، نیل الاوطار ۲/۲۳۰، شرح السنة ۲۰۳/۲۱۲.

(18) مشکوٰۃ ۳/۲۷۷.

ہے، لیکن امام نووی نے اسکا رد کیا ہے۔ (19)

اس گھڑی کی تعیین کے سلسلہ میں دوسری حدیث ابو داؤد، ترمذی، نسائی، مسند أحمد، موطأ امام مالک، صحیح ابن خزيمة، ابن حبان، مستدرک حاکم، اور سنن بیہقی میں ہے جس میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ). ”وہ جمعہ کی آخری گھڑی ہے“۔

اُن سے یہ بات سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ یوم جمعہ کی آخری گھڑی کیسے ہو سکتی ہے؟ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان اُس گھڑی میں نماز پڑھ رہا ہو... [اُسے جو مانگے ملتا ہے، اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ اُس حدیث کی طرف بھی ہے کہ عصر کے بعد تو کوئی نماز جائز ہی نہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ گھڑی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہو؟] اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہو تو وہ نماز پڑھتا ہوا ہی شمار کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نماز نہ پڑھ لے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: ہاں [ایسے ہی فرمایا ہے] تو انھوں نے کہا: اس نماز سے یہی مراد ہے۔ (20)

اس موضوع کی تیسری حدیث مسند أحمد و مستدرک حاکم اور مسند

بزار میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس گھڑی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

(19) اس بحث کی تفصیلات شرح مسلم نووی، نیل الأوطار ۳/۲۲۳-۲۲۵،

تحقیق شرح السنۃ بغوی ۲/۲۱۰، المعراج شرح مشکوٰۃ ۳/۲۷۶، فتح الباری ۲/۲۲۱-۲۲۲ اور دیگر شرح حدیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(20) مشکوٰۃ ۱/۳۲۸-۳۲۹، الفتح الربانی ۶/۵۷، شرح السنۃ ۴/۳۰۶-۳۰۸،

نیل الأوطار ۳/۲۲۳-۲۲۵

(وَهِيَ بَعْدَ الْعَصْرِ) . (21) ”اور وہ گھڑی عصر کے بعد ہے“

جبکہ ترمذی کی ایک محکمہ فیہ لیکن دیگر شواہد والی روایت میں ہے :

(الْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِي تُرْجَى فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى غَيْبُوبَةِ الشَّمْسِ) (22)

”وہ گھڑی جس میں قبولیتِ دعا کی امید ہے، اُسے جمعہ کے دن نمازِ عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک تلاش کرو“

اسی سلسلہ میں پانچویں روایت سنن سعید بن منصور میں ہے، جس کی سند کو حافظ ابن حجر نے صحیح قرار دیا ہے، اس میں حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند حضرات ایک جگہ جمع ہوئے اور جمعہ کے روز کی قبولیتِ دعا والی گھڑی کا ذکر کیا، پھر وہ اس طرح ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے کہ ان میں اس چیز پر اتفاق تھا کہ وہ گھڑی یومِ جمعہ کی آخری ساعت ہے۔ (23)

ان سب اور بعض دیگر احادیث و آثار کی بناء پر اہل علم کے مابین اس گھڑی کی تعیین میں اختلاف ہے، ”فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحابہ و تابعین اور اہل علم و بصیرت کے تینتالیس (۴۳) سے زیادہ اقوال نقل کئے ہیں اور پھر ان سب پر الگ الگ تبصرہ و تنقید کے بعد جمع و تطبیق کیلئے لکھا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح احادیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والی ہیں اور امام طبری رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سب

(21) نیل الاوطار ۳/۲، ۱۲۶، امام شوکانی نے امام حاکم کا اسے صحیح کہنا اور حافظ ابن حجر کا اسے حسن کہنا نقل کیا ہے، الفتح الربانی ۱۳/۶، شیخ احمد البنانے علامہ عراقی و دمشقی کا اسے صحیح کہنا نقل کیا ہے۔

(22) مشکوٰۃ ۲۹/۱، المرعاة ۳/۲۷۹۔

(23) فتح الباری ۳/۲، ۴۲۱، نیل الاوطار ۳/۲، ۲۶۶۔

سے زیادہ صحیح حدیث تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ والی ہی ہے، جبکہ سب سے زیادہ مشہور قول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والا ہے۔

اور ان دونوں میں سے زیادہ صحیح کون سا قول ہے؟ خطیب کے منبر پر چڑھ کر بیٹھنے سے نماز ختم ہونے تک والا یا عصر کے بعد والا؟

اس سلسلہ میں امام مسلم، بیہقی، ابن العربی اور کثیر علماء نے منبر پر بیٹھنے والے قول کو رائج قرار دیا ہے اور امام قرطبی تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اختلافی مقام کے فیصلہ کیلئے حدیث مسلم نص ہے اور دوسری کسی بھی بات کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اور امام نووی نے بھی منبر پر بیٹھنے والی حدیث کو صحیح مسلم میں ہونے کی وجہ سے شرح مسم میں اور روضة الطالبین میں زیادہ قرین صواب قرار دیا ہے، اور ان کے علاوہ باقی ائمہ و فقہاء نے عصر کے بعد والے قول کو رائج کہا ہے، امام ترمذی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عصر کے بعد والی احادیث زیادہ ہیں، ابن عبد البر نے اس مسئلہ میں اسے ہی اثبت (زیادہ صحیح) قرار دیا ہے، امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔

زاد المعاد میں علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ وہ مستجاب الدعاء گھڑی انہی دو وقتوں میں منحصر ہے، لہذا دونوں طرح کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں، ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ وہ اور دوسری مرتبہ یہ وقت بتایا ہو، علامہ ابن عبد البر اور امام احمد کا بھی اسی طرف میلان ہے اور جمع بین الاحادیث کے اعتبار سے بقول ابن حجر رحمہ اللہ یہی بات زیادہ اولیٰ ہے، اور شارح بخاری ابن المنیر کے بقول، اس گھڑی کو اور لیلہ القدر کو مبہم رکھنے کا مقصد درود شریف اور دعاء کی اکثریت ہے، اور اگر تعیین ہو باقی تو لوگ اس خاص وقت کے علاوہ باقی میں کوشش ہی چھوڑ دیتے، لہذا فرماتے

ہیں کہ اس گھڑی کی تعیین میں کوشاں شخص پر تعجب ہے۔ (24)

اسلامیاء بر صغیر کے محسن کبیر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں ان دونوں وقتوں کا ہی ذکر کیا ہے، اور پھر ان دونوں کو بھی غیر حتمی قرار دیتے ہوئے انکی توجیہات ذکر کی ہیں۔ (25)

فضیلت و وظیفہ جمعہ

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے راد المعاد میں یوم الجمعہ کی تینتیس (۳۳) خصوصیات ذکر کی ہیں۔ (26)

یوم جمعہ کی یہی فضیلت کیا کم ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خاص اسی نام کی ایک پوری سورت نازل فرمائی ہے جو کہ اٹھائیسویں پارے میں ہے [سورۃ الجمعۃ] اور اس دن نماز و خطبہ جمعہ کے علاوہ ایک خاص وظیفہ ”بکثرت درود شریف پڑھنا“ ہے۔ اور اس کا حکم خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے، چنانچہ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند أحمد، صحیح ابن خذیمہ، ابن حبان، مستدرک حاکم اور بیہقی میں حدیث:

(أَفْضَلُ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ) کے دوران ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(فَاكْثَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ... الخ). (27)

(24) فتح الباری ۲/۴۱۶-۲۲۲، نیل الأوطار ۲/۳۱۱-۲۳۳،

شرح السنۃ ۳/۲۰۱-۲۱۲، زاد المعاد ۱/۳۸۸-۳۹۶.

(25) معارف الحدیث ۳/۳۸۱.

(26) جنہیں مذکورہ مقام پر دیکھا جاسکتا ہے، جو کہ تحقیق الارناؤوط، جلد اول کے اکاون (۵۱) صفحات پر مشتمل ہیں.

زاد المعاد ۵/۳۷۵-۳۷۵، اور ان کا خلاصہ فتح الباری ۲/۳۵۳ میں موجود ہے.

(27) مشکوٰۃ ۳/۱۲۸، سے امام حاکم، علاء مذہبی، امام نووی اور شیخ البانی صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے مشکوٰۃ

بتحقیق الألبانی ۱/۴۳۰ (28) مشکوٰۃ ۱/۴۳۱، اسکی سند منقطع ہے لیکن اسکی شاہد موجود ہے.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو“.

ایسے ہی ابنِ ماجة میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

(اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ). (28)

”جمعہ کے روز مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو“

تاریکین جمعہ کے لئے وعید

یہ بات بھی عام فہم ہے کہ جب کسی کام کی فضیلت و ثواب بہت زیادہ ہو، تو اس کے ترک کرنے پر وعید و سزا بھی سخت ترین ہوتی ہے، یہی معاملہ نمازِ جمعہ کا بھی ہے، اس کے تاریکین کو نبی اکرم ﷺ نے سخت وعید سنائی ہے، چنانچہ صحیح مسلم، نسائی، مسند أحمد اور بیہقی میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برسرِ منبر ارشاد فرمایا:

✓ (لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ). (29)

”لوگوں کو جمعہ کی نماز ترک کرنے سے باز آ جانا چاہئے، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ ضرور غافلوں میں سے ہو جائیں گے“.

جس طرح نمازِ جماعت کے تاریکین کے بارے میں وعید ہے، اُسی طرح ہی صحیح مسلم، مسند أحمد، بیہقی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تاریکین جمعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا :

✕ (لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ مِنَ الْجُمُعَةِ بَيُوتَهُمْ). (30)

(28) مشکوٰۃ ۳/۲۸۵-۲۸۶، نیل الأوطار ۲/۲۲۱، الفتح الربانی ۲/۶۱.

(29) مشکوٰۃ ۳/۲۸۵-۲۸۶، نیل الأوطار ۲/۲۲۱، الفتح الربانی ۲/۶۱.

(30) مشکوٰۃ ۳/۲۹۰، نیل الأوطار ۲/۲۲۱، الفتح الربانی ۲/۶۱.

”میں نے ارادہ کیا کہ کسی آدمی کو لوگوں کی جماعت کرانے کا حکم دوں، پھر خود اُن لوگوں سمیت ان کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں۔“

جبکہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، ابن خزيمة، ابن حبان، مسند أحمد، مستدرک حاکم، دارمی اور مسند بزار میں ارشاد نبوی ہے :

(مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوَنَّا بِهَا، طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ). (31)

”جس نے تین جمعے [مسل بل اعدر (أحمد و بیہی)] ترک کر دیئے اللہ تعالیٰ اُس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔“

طبرانی کبیر میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس نے جمعہ کی آذان سنی مگر وہ نہ آیا پھر [اگلے] جمعہ کی آذان سنی مگر نہ آیا اور مسلسل تین جمعے ایسے ہی کیا :

(طَبَعَ عَلَى قَلْبِهِ فَجُعِلَ قَلْبُ مُنَافِقٍ). (32)

”اُس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے، اور اُس کے دل کو منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے“
بعض روایات میں ترک جمعہ کا کفارہ ایک دینار اور تنگدستی کی شکل میں نصف دینار صدقہ کرنا مذکور ہے۔ ایک روایت میں دینار کی بجائے درہم ہے۔ اور نصف صاع یا ایک صاع گندم بھی آئی ہے۔ مگر یہ روایات صحت و ضعف کے درمیان مشکوک ہیں بلکہ محدثین نے تو واضح طور پر انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔ (33)

(31) شرح السنّة ۲/۳، نیل الأوطار ۲/۳۲، مشکوٰۃ ۳۲۱/۳۲۳، الفتح الربّانی ۲۲/۶۔

(32) نیل الأوطار ۲/۳۲، امام شوکانی نے امام عراق کا اسکی سند کو حید کہنا نقل کیا ہے۔

(33) تحقیق مشکوٰۃ ۳۲۱/۳۲۳، المرعۃ ۳/۲۸۷، نیل الأوطار ۲/۳۲۲، شرح سنّة ۴/۱۷۰-۱۶۹،

فرضیتِ جمعہ

نمازِ جمعہ کے بارے میں کتاب رَحْمَةُ الْأُمَّةِ فِي اخْتِلَافِ الْأَئِمَّةِ کے مطابق تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ جمعہ فرض عین ہے، اور فرض کفایہ کہنے والوں کے نظریہ کو غلط قرار دیا گیا ہے، علامہ عراقی نے ائمہ اربعہ کے نزدیک نمازِ جمعہ کو فرض عین قرار دیا ہے، اور ابن المنذر نے اس پر اجماع امت نقل کیا ہے، اور امام ابن قدامہ نے المغنی (۲/۲۹۵) میں بھی یہی کہا ہے۔

جمعہ کی فرضیت پر سورہ جمعہ، آیت: ۹ سے بھی استدلال کیا گیا ہے، جس میں ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن تمہیں نمازِ جمعہ کے لئے پکارا جائے تو

اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، اگر تم جانو تو یہی

تمہارے لئے بہتر ہے“

اس آیت میں [فَاسْعَوْا] امر کا صیغہ ہے جس سے فرضیتِ جمعہ کی دلیل لی گی

ہے، کیونکہ امر عموماً وجوب کیلئے آتا ہے۔ (34)

کتاب اللہ کے علاوہ احادیثِ رسول ﷺ بھی جمعہ کی فرضیت پر شاہد

ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی، مسند أحمد اور بیہقی کی ایک

حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ (35)

اس حدیث پر امام بخاری کی تبویب ہے: [بَابُ فَرَضِ الْجُمُعَةِ]، اور اس

باب کے آغاز میں مذکورہ آیت ہی ذکر کی ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور

(34) نیل الأوطار ۳/۲۲۳، المرعۃ ۳/۲۸۵، الفتح الربانی ۶/۲۶۱-۲۶۲، فتح الباری ۲/۳۵۲-۳۵۶۔

(35) مشکوٰۃ ۳/۲۴۳-۲۴۵۔

امام بغوی نے شرح السنۃ میں اس آیت کے کلمات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی اذان (جس کے بعد خطبہ شروع ہو جاتا ہے)، اُس کے بعد خرید و فروخت کرنا حرام ہے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امر کے صیغے سے فرمایا ہے کہ خرید و فروخت چھوڑ دو) اور امام عطاء سے نقل کیا ہے کہ اس اذان کے بعد سب صنعت و حرفت بھی حرام ہو جاتی ہیں، اور جمہور کا یہی قول ہے۔ (36)

فرضیتِ جمعہ سے مستثنیٰ لوگ اور ترکِ جمعہ کیلئے شرعی عذر

نمازِ جمعہ کی فرضیت کتاب و سنت اور اجماع امت کے رو سے ثابت ہے، لیکن بعض لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں، اور بعض حالتیں ایسی ہیں کہ اُن میں بھی جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، ان سب امور کی یکے بعد دیگرے تفصیل کچھ یوں ہے کہ ایک حدیث میں غلام، عورت، بچے اور بیمار کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، چنانچہ اُبُو داؤد، دارقطنی، بیہقی اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا عَلَى أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوكٍ أَوْ امْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ أَوْ مَرِيضٍ) (37)

”نمازِ جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت ادا کرنا حق و واجب ہے، سوائے چار شخصوں کے، اور وہ ہیں: غلام، عورت، بچہ، اور بیمار“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوبِ جمعہ کیلئے حریت یعنی آزاد ہونا، مذکر (نر) ہونا، بالغ ہونا اور جسمانی طور پر تندرست ہونا شرط ہے، لیکن اگر ایسا بیمار ہو کہ معمولی مشقت سے وہ مسجد میں پہنچ سکتا ہو تو اُسے پہنچ جانا چاہیے، اور علمائے احناف میں سے

(36) بخاری و فتح الباری ۲/۳۹۰-۳۹۱، شرح السنۃ ۲/۲۱۷۔

(37) مشکوٰۃ ۳/۲۸۹، نیل الأوطار ۲/۲۲۶، شرح السنۃ ۲/۲۲۵۔

امام ابن الہمام کے نزدیک ضعیف العمر بوڑھے کا حکم بھی یہی بیمار والا ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے نابینا کو بھی بیمار کے حکم میں داخل کیا ہے، مگر ان کے اپنے دونوں شاگردان رشید امام ابو یوسف اور امام محمد نے اُن سے اس معاملے میں اختلاف کیا ہے، اور تندرست و توانا اندھے پر جمعہ واجب قرار دیا ہے۔ (38)

حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم ؓ والی حدیث سے وجوب کی ہی تائید ہوتی ہے۔ اور جس کا دماغی توازن ٹھیک نہ ہو، اُسے بچے کے حکم میں شامل کیا گیا ہے۔ (39)

اس حدیث کی رو سے عورتوں پر بھی جمعہ فرض نہیں، ہاں! اگر وہ جمعہ میں شامل ہو جائیں تو وہ ان کی نمازِ ظہر سے کفایت کر جائے گا، پھر ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور جمعہ میں شمولیت پر جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی اس میں شامل ہو جائیں گی، خلیجی ممالک میں تو کم ہی ایسی مساجد ہیں جہاں عورتوں کیلئے بھی جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہو، البتہ جہاں اس کا اہتمام ہو جیسا کہ ہمارے ممالکِ پاک و ہند وغیرہ میں ہے، وہاں عورتیں بھی نمازِ جمعہ کے لئے مسجد میں جاسکتی ہیں تاکہ دینی مسائل کے بارے میں معلومات حاصل ہوں اور ایمان تازہ ہوتا رہے۔

اور جمعہ کیلئے جانے کی ان کے لئے وہی شرائط ہیں جو نمازِ باجماعت کیلئے جانے کی ہیں کہ سادہ لباس و باپردہ ہوں اور خوشبو وغیرہ نہ لگائی ہو، ہاں اگر کسی فتنہ کا سخت اندیشہ ہو تو پھر معروف فقہی مذاہبِ اربعہ میں عورتوں کا جمعہ کیلئے جانا ناپسندیدہ ہے۔ (40)

البتہ عہدِ نبوی ﷺ میں عورتیں آپ ﷺ کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ (41)

(38) المرعاة ۳/۲۸۹.

(39) المرعاة أيضاً و شرح السنة ۴/۲۲۶.

(41) فقه السنة ۱/۳۰۳.

(40) الفقه على المذاهب الأربعة ۱/۳۸۸.

جو شخص کسی خوف کی وجہ سے مسجد میں نہ آسکتا ہو وہ بھی فرضیت سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ ابو داؤد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”جس نے آذان سنی مگر بلا وجہ و بلا عذر مسجد میں نہ پہنچا اسکی کوئی نماز نہیں، صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! عذر کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: خوف یا بیماری“۔ (42)

سید سابق نے اُس تنگدست مقروض کو بھی اُس شخص کے حکم میں شمار کیا ہے جسے اس قدر خطرہ ہو کہ قرض خواہ اسے پکڑ کر بند کر لے گا، اور اُس شخص کو بھی جو ظالم بادشاہ سے بھاگ کر چھپا ہوا ہو۔ (43)

مسافر پر بھی جمعہ فرض نہیں بلکہ اسے رعایت ہے کہ وہ نمازِ ظہر پڑھ لے، کیونکہ نبی ﷺ اور خلفاء راشدین ؓ جب سفر میں ہوتے تو جمعہ کی بجائے نمازِ ظہر پڑھتے تھے۔ (44)

البتہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ دورانِ سفر تو واجب نہیں، لیکن اگر وہ کہیں پہنچ کر اقامت اختیار کر لے تو پھر واجب ہے۔ (45)

امام بغوی شرح السنّة میں لکھتے ہیں کہ جمعہ کے دن طلوع فجر سے لیکر زوالِ آفتاب کے مابین اگر سفر پر نکل کھڑا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے ہی زوال کا وقت ہو جائے تو اسکا سفر پر نکلنا جائز نہیں، سوائے اس کے کہ جمعہ پڑھ کر نکلے، جبکہ احناف کے نزدیک جمعہ کا وقت گزرنے سے پہلے پہلے کبھی بھی نکل سکتا ہے۔

جواز سے متعلق قولِ اوّل کے بارے میں ترمذی، مسند احمد اور بیہقی کی اس

(42) أبو داؤد ۲۵۶/۲، فقہ السنّة ۳۰۳/۱

(43) زاد المعاد ابن قیم

(44) نیل الأوطار ۲۲۷/۳، الارواء ۶۰/۳

(45) زاد المعاد ابن قیم

حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جسمیں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو نبی ﷺ کے، جمعہ کے دن ایک فوجی مہم پر بھیجنے کا ذکر ہے۔ جبکہ مسند شافعی اور شرح السنۃ میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اُس آدمی کو، جو سفر کیلئے تیار تھا مگر یوم جمعہ ہونے کی وجہ سے نکل نہیں رہا تھا، اُسے فرمایا:

(أَخْرُجْ فَإِنَّ الْجُمُعَةَ لَا تَحْبِسُ عَنْ سَفَرٍ) (46)

”نکل جاؤ، جمعہ کسی سفر سے نہیں روکتا“۔

بارش کی وجہ سے جن لوگوں کو مسجد تک پہنچنے میں مشقت ہو، انھیں بھی جمعہ سے رہ جانے کی گنجائش ہے اور اسکے دلائل بھی نماز کی جماعت سے رہ جانے والے اعدار جیسے ہی ہیں۔ (47)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جن لوگوں کو جمعہ میں حاضر ہونے سے عذر کی بناء پر مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، ان پر سے نمازِ ظہر کی فرضیت ہرگز ساقط نہیں ہوتی۔

مذکورہ تمام اقسام کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص جمعہ پڑھ لے تو اُس سے نمازِ ظہر کی فرضیت ساقط ہو جائے گی، لہذا جمعہ کے بعد [ظہر احتیاطی] پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (48)

معروف مصری محقق سید سابق اپنی شہرہ آفاق کتاب فقہ السنۃ (۳۰۳/۱ حاشیہ) میں لکھتے ہیں کہ:

”ظہر احتیاطی بالاتفاق ناجائز ہے، کیونکہ جمعہ ظہر کا بدل اور اس کا قائم مقام ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر شب و روز میں چھ نمازیں فرض نہیں کی ہیں، اور جو

(46) مسند الشافعی ۱۵۶/۱، شرح السنۃ ۲۲۸/۴، زاد المعاد ۳۸۴/۱ عن عمرو بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(47) فقہ السنۃ ۳۰۳/۱، بخاری و فتح الباری ۳۸۴/۲۔ جن کی مزید تفصیل ہماری کتاب

”نماز و جماعت“ میں دیکھی جاسکتی ہے، بِسْمِ اللّٰهِ طِبَاعَتُهُ۔

(48) شرح السنۃ ۲۲۶/۴۔

لوگ جمعہ کے بعد ظہر بھی پڑھنے کو جائز کہتے ہیں ان کے پاس عقل و نقل اور کتاب و سنت کی کوئی دلیل نہیں، اور نہ ہی یہ آئمہ اربعہ یا دیگر کبار آئمہ میں سے کسی سے منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جمعہ کے دن عورتوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم امام کے ساتھ نماز پڑھو تو دو ہی رکعتیں پڑھو اور اگر الگ پڑھو تو پھر چار [یعنی نمازِ ظہر] پڑھو۔“

امام بغوی فرماتے ہیں کہ

”جس کے لئے جمعہ میں حاضر ہونا لازمی نہیں، وہ اگر جمعہ کا وقت نکلنے سے پہلے ہی ظہر پڑھ لے تو اسکی نماز جائز ہے، اور جس پر جمعہ میں حاضر ہونا لازمی ہے وہ اگر تغافل و تساہل کرے اور نہ آئے تو اس کی نمازِ ظہر اُس وقت تک صحیح نہیں جب تک کہ جمعہ کا وقت نکل نہ جائے۔“ (49)

مستحبات و آدابِ جمعہ

جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر بکثرت درود شریف [اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ . . . الخ] پڑھنے کے علاوہ بھی بعض امور ایسے ہیں جن کی بڑی فضیلت آئی ہے، مثلاً جمعہ کے دن نہانا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، جلدی مسجد کی طرف چلے جانا، امام و خطیب کے قریب جا کر بیٹھنا، لیکن اس غرض کیلئے لوگوں کے کندھوں سے نہ پھلانگنا وغیرہ۔

جمعہ کے دن غسل کرنا

صحیح بخاری، نسائی، مسند أحمد اور دارمی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح طہارت کرے اور تیل لگائے یا

کوئی بھی خوشبو استعمال کرے، پھر گھر سے مسجد کی طرف نکلے اور مسجد میں جا کر دو نمازیوں میں تفریق نہ کرے، پھر حسبِ توفیق نفل پڑھے، اور جب امام گفتگو یعنی خطبہ شروع کرے تو خاموشی سے سنے، اُسے اللہ تعالیٰ اس جمعہ اور دوسرے [پچھلے] جمعہ کے درمیانی تمام گناہ معاف کر دیتا ہے، مسلم و ابنِ ماجہ میں یہ وضاحت بھی مذکور ہے کہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ اس عرصہ میں اُس نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ (50)

بخاری و مسلم، أبُو داؤد، مسند أحمد اور مستدرک حاکم میں [وَأَسْتَنْ. وَاسْتَاكَ. وَأَنْ يَسْتَنْ] کے الفاظ بھی ہیں، جن کا معنی مسواک کرنا ہے۔ (51)

جمعہ کے دن غسل کی تو بہت ہی تاکید آئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَأَنْ يَسْتَنْ وَأَنْ يَمْسَ طَبِيبًا أَوْ جَدًّا) (52)

”جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور یہ کہ اگر موجود ہو تو خوشبو بھی لگائے“

یہاں واجب تاکید کے معنوں میں ہے، ورنہ جمہور علمائے امت کے نزدیک غسل جمعہ واجب نہیں بلکہ مسنون ہے، کیونکہ أبو داؤد، ترمذی اور نسائی میں

(50) بخاری ۳۷۰۶، المشکوٰۃ والمرعاة ۲۹۱/۳، نیل الأوطار ۳۶۱/۲-۳۳۵، شرح السنۃ ۲۲۹/۳

، ریاض الصالحین ص: ۲۵۹.

(51) بخاری ۳۶۲/۲، شرح السنۃ ۲۳۱/۴، الفتح الربانی ۲۳۶/۶.

(52) حوالہ سابقہ

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَ نِعِمَّتْ وَمِنْ اغْتَسَلَ ، فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ) . (53)

”اگر کسی نے جمعہ کے دن محض وضوء ہی کیا تو بھی کافی ہے اور اگر غسل کیا تو یہی افضل ہے۔“

صحیح مسلم و بیہقی میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”جس نے غسل کیا اور جمعہ کیلئے آیا اور حسبِ توفیق نوافل پڑھے، پھر خاموشی سے خطبہ سنا، اور جب امام خطبہ سے فارغ ہوا تو اسکے ساتھ نماز پڑھی، اُسے اس جمعہ اور پچھلے جمعہ کے درمیان والے گناہ بخش دیئے گئے اور مزید تین دنوں کے گناہ بھی بخشے گئے“

أبو داؤد، مستدرک حاکم اور مسند أحمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”تین دن زیادہ اس لئے کہ ہفتہ کے سات دنوں میں تین جمع کئے جائیں تو دس ہوتے ہیں اور اللہ کا قانون ہے کہ وہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہے“
جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْثَالِهَا﴾ [الانعام: ۱۶۰] . (54)

(52) حوالہ سابقہ .

(53) أبو داؤد ۱۸/۲ شیخ ارناء و ط نے شواہد کی بناء پر اسے حسن کہا ہے، تحقیق ریاض الصالحین ص: ۳۶۰.

(54) شرح السنۃ ۲۳۰/۲-۲۳۱، مشکوٰۃ ۲۹۲/۳، الفتح الربانی ۵۳/۶ .
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ممنوعات و مکروہات جمعہ

صحیح مسلم، أبو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند أحمد اور بیہقی میں ایک ارشاد نبوی ﷺ میں یہ بھی مذکور ہے:

(..... وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا). (55)

”اور [دورانِ خطبہ] جس نے کنکریوں کو چھوا، اُس نے لغو کام کیا“۔

یہاں کنکریوں کو چھونا اس لیے ہے کہ اُس زمانے میں مساجد کا سب سے زیادہ عمدہ فرش کنکریوں کا ہی ہوتا تھا۔ اور آج صفوں کے تنکے توڑنا اور اُن سے کھیلنا، قالینوں کے نقش و نگار پر انگلیاں چلانا وغیرہ تمام امور اسی میں داخل ہیں جو نمازی کو خطبہ سے مشغول کر دیں اور اسکی توجہ ہٹا دیں، اور [فَقَدْ لَغَا] کے اہل علم نے متعدد مفہوم ذکر کئے ہیں، چنانچہ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی مختصر الترغیب والترہیب میں لکھتے ہیں:

فَقَدْ لَغَا أَيُّ خَابَ مِنَ الْأَجْرِ. وہ شخص جمعہ کے ثواب سے محروم ہو گیا۔
لَغَا بِمَعْنَى أَخْطَأَ. کہ اس نے خطا کی۔ لَغَا أَيُّ صَارَتْ جُمُعَتُهُ ظَهْرًا. (56)۔ اسے جمعہ کا نہیں صرف ظہر کا ثواب ملے گا۔

اس آخری معنی کی تائید أبو داؤد وابن خزيمة کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

(مَنْ لَغَا وَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظَهْرًا). (57)۔

”جس نے لغو کام کیا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگیں، اسے [جمعہ نہیں] صرف

ظہر کا اجر ملے گا“۔

55) مشکوٰۃ ۲۹۲/۳، الفتح الربانی ۵۳/۶۔ 56) مختصر الترغیب لابن حجر ص ۵۲۔

57) أبو داؤد ۱۲۰۲، امام ابن خزيمة نے اسے صحیح کہا ہے۔ دیکھیے مختصر الترغیب للحافظ ص ۵۵۔

لغوی اعتبار سے لایعنی بات کو لغو کہا جاتا ہے۔ صحیح بخاری، مسلم، سنن
 أربعة، مؤطا امام مالک، مسند أحمد اور بیہقی میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:
 (إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَ الْإِمَامُ يَخْطُبُ
 فَقَدْ لَغَوْتَ). (58)

”اگر تم نے بروز جمعہ [دورانِ خطبہ] اپنے ساتھی کو کہا: پُچ رہو، تو تم
 نے لغو کام کیا“

دورانِ خطبہ بات چیت کرنے کی ممانعت تو اس قدر سخت ہے کہ نبی ﷺ نے
 ایسے شخص کو گدھے سے تشبیہ دی ہے، چنانچہ مسند أحمد، ابن ابی شیبہ، مسند
 بزار اور طبرانی کبیر میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ الْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ
 يَحْمِلُ أَسْفَارًا، وَ الَّذِي يَقُولُ لَهُ أَنْصِتْ، لَيْسَ لَهُ جُمُعَةٌ). (59).
 ”جمعہ کے دن خطبہ کے دوران جس نے کوئی بات کی، اس کی مثال اس گدھے
 کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں، اور جس نے اسے [زبان سے] یہ کہا:
 پُچ رہو، تو اس کا بھی جمعہ [مکمل] نہیں“.

حافظ ابن حجر کا اس حدیث کو فتح الباری میں لانا اُن کے نزدیک اس کا حسن
 درجہ کی ہونا ہے جیسا کہ مقدمہ فتح الباری میں انھوں نے وضاحت کی ہے، لیکن
 امام منذری و شیخ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (60)

البتہ اگر کہیں دو شخص دورانِ خطبہ مصروف گفتگو ہو جائیں تو انھیں بولے بغیر محض
 اشارے سے منع کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اصل ممانعت صرف بولنے کی ہے۔

(58) بخاری ۴/۴۱۴، مختصر الترغیب ص: ۵۵، مشکوٰۃ ۳/۲۹۵.

(59) مشکوٰۃ ۳/۳۰۳-۳۰۴، فتح الباری ۲/۴۱۴. (60) مشکوٰۃ، حاشیہ شیخ البانی ۱۷۰/۴.

مباحاتِ جمعہ

خاموشی کا یہ حکم امام کے خطبہ شروع کرنے سے لیکر اختتامِ خطبہ تک ہے۔ (61)۔
 دورانِ خطبہ بات نہ کرنے والی احادیث سے شک ہو سکتا ہے کہ باہر سے آنے والے نئے نمازی کا سلام کہنا، اس کا جواب دینا، چھینک مارنے والے کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا سننے والوں کا یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہہ کر جواب دینا، اور پھر اس کا یَهْدِیْکُمُ اللّٰہ وَیُصْلِحْ بِاَلْکُمْ کہنا اور نبی ﷺ کا کوئی ذاتی یا صفاتی نام سن کر ﷺ کہنا وغیرہ سبھی امور شائد منع ہونگے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ امام شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ نے رخصت دی ہے اور امام شافعی کتاب الأُم میں لکھتے ہیں کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے اور چھینک مارنے والے کا جواب دینا سنت ہے۔ امام ابن الہمام فرماتے ہیں کہ چھینکنے والے کو چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے مگر دل میں [اور اسی طرح اس کا جواب دیا جائے] اور باقاعدہ بول کر یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہنا انکے نزدیک مکروہ ہے اور علامہ عینی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ سلام کا جواب دے مگر اپنے دل میں، اور انکے شاگرد امام ابو یوسف مطلق جواب دینے کے قائل ہیں اور المدونة میں امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ چھینک مارنے والا اپنے دل میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہہ لے اور علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ کسی سائل کا جواب دینے یا کسی غلط کام کے ازالہ کیلئے سر، ہاتھ یا آنکھ سے اشارہ کر دینے میں کوئی کراہت نہیں۔

جلد مسجد چلے جانے والے کی فضیلت

جمعہ کے دن جلد از جلد مسجد میں چلے جانے کی فضیلت کا اندازہ صحیح بخاری

(61) المرعاة ۲۹۶/۳، شرح السنّة ۲۶۰/۴، فتح الباری ۴۱۲/۲، نیل الأوطار ۲/۲۷۴، ۲۷۵

الفتح الربّانی ۱۰۳/۶-۱۰۴، فقه السنّة ۳۱۴/۱

و مسلم، أبو داؤد، ترمذی، نسائی، مسند أحمد، مؤطا مالک اور بیہقی میں مذکور اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

”جمعة کے دن اللہ کے فرشتے مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور نمازیوں میں سے باری باری آنے والوں کو لکھتے ہیں، سب سے پہلے داخل ہونے والے [کے ثواب] کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے اُونٹ کی قربانی دی، دوسرے کی ایسے جیسے کسی نے گائے کی قربانی دی، پھر مینڈھا پھر مرغی کا صدقہ، اور پھر انڈا صدقہ کرنے کے برابر، اُسکے بعد جب امام آجاتا ہے [یعنی خطبہ شروع ہو جاتا ہے] تو فرشتے اپنے دفتر پلیٹ کر خطبہ سننا شروع کر دیتے ہیں“۔ (62)

ابن ماجہ کے سوا باقی کتب اصول ستہ اور مؤطا مالک کی دوسری حدیث میں ثواب کی اس ترتیب کو اوّل، دوم تا پنجم نمازی سے نہیں، بلکہ پہلی گھڑی میں دوسری گھڑی میں حتیٰ کہ پانچویں گھڑی میں داخل ہونے والے نمازیوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ (63)

اُس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب کے یہ پانچ مراتب صرف پانچ نمازیوں کو نہیں بلکہ مذکورہ پانچ گھڑیوں میں داخل ہونے والے بیشتر نمازیوں کو درجہ بدرجہ حاصل ہونگے، وَ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ .

سنن أربعة، مسند أحمد، دارمی، طبرانی اوسط، مستدرک حاکم اور بیہقی میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”جس نے جمعہ کے دن اپنی اہلیہ کو غسل کرایا اور خود بھی غسل کیا، اور اوّل وقت

(62) بخاری ۴۰۷۲، مشکوٰۃ ۲۹۳/۳.

(63) بخاری ۳۶۶۲، نیل الأوطار ۲۳۷/۳، شرح السنّة ۲۳۴/۴.

میں مسجد کی طرف چل کر گیا اور سوار نہ ہوا، امام کہ قریب جا کر بیٹھا اور بغور خطبہ سنا اور کسی لغو کام کا ارتکاب نہ کیا، اُسے ہر قدم کے عوض ایک سال کے قیام و صیام کا اجر ملے گا۔“ (64)

عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا

جبکہ أبو داؤد، مسند أحمد، مستدرک حاکم اور بیہقی میں عمدہ لباس پہن کر جمعہ پڑھنے کی تاکید آئی ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور عمدہ ترین لباس پہنا، اگر دستیاب ہو تو خوشبو لگائی، پھر جمعہ کیلئے آیا اور لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگیں، پھر جو اللہ نے توفیق دی، نقلی نماز پڑھی، اور خطبہ شروع ہونے پر خاموش ہو گیا یہاں تک کہ وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو گیا، تو اس کا یہ جمعہ، پچھلے جمعہ کے مابین والے تمام گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔“ (65)

عمدہ لباس کی وضاحت أبو داؤد، ابن ماجہ، موطأ مالک اور بیہقی میں مذکور اُسی ارشاد نبوی ﷺ سے ہو جاتی ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

”تم میں سے کسی پر کوئی حرج نہیں کہ حسب استطاعت وہ جمعہ پڑھنے کیلئے دو کپڑے خاص کر لے، جو اس کے کام کاج والے کپڑوں سے الگ ہوں۔“ (66)

طبرانی صغیر و اوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک ضعیف روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کا ایک خاص جوڑا تھا جو آپ ﷺ جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے، اور جب آپ ﷺ نماز پڑھ کر واپس آتے تو اسے تہہ کر کے رکھ دیا جاتا اور پھر وہ اگلے جمعہ ہی کو نکلتا تھا (67)

(64) مشکوٰۃ ۳/۲۹۷-۲۹۸، شرح السنہ ۳/۲۳۶، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، مشکوٰۃ ۱/۳۳۸.

(65) مشکوٰۃ ۳/۲۹۷، امام حاکم، علامہ ذہبی اور شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھئے تحقیق مشکوٰۃ.

(66) المرعاة ۳/۲۹۸-۲۹۹، شیخ البانی نے اسے تحقیق مشکوٰۃ ۱/۳۳۸ میں صحیح قرار دیا ہے.

(67) جمع الفوائد مع أعذب الموارد ۲/۲۶۰، معارف الحدیث ۳/۳۸۸.

الفقہ علیٰ المذاهب الأربعة کے مطابق (بحوالہ فقہ السنہ اردو) حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک کپڑوں کا سفید ہونا افضل ہے، اور کئی صحیح احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (68)

جمعہ کے دن کی طہارت و پاکیزگی میں یہ چیز بھی شامل کی جاسکتی ہے کہ اپنے ناخن تراشے جائیں اور زائد بال صاف کئے جائیں اور اس بات کی تائید مسند بزار اور طبرانی اوسط کی ایک ضعیف روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں:

(كَانَ يُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَقْصُ شَارِبَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ). (69)

”آپ ﷺ جمعہ کی نماز کیلئے گھر سے نکلنے سے پہلے اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹا کرتے تھے۔“

گردنیں نہ پھلانگنا

سابقہ احادیث میں نمازیوں کی گردنیں نہ پھلانگنے کا جو بار بار ذکر آیا ہے تو اس سلسلہ میں مسجد تک پہنچنے والے نمازیوں کو چاہیے کہ پہلے آگے والی صفوں پر جا کر بیٹھیں اور جوں جوں پہلی صفیں پُر ہوتی جائیں پیچھے والی صفیں پوری کرتے آئیں، اور بلا وجہ اپنے آگے جگہ چھوڑ کر مسجد کے وسط میں یا اُس سے بھی پیچھے نہ بیٹھ جائیں، تاکہ اُن کے آگے وافر جگہ دیکھ کر بعد میں آنے والوں کو مجبوراً ان کی گردنیں پھلانگنے کا ناگوار رویہ نہ اپنانا پڑے۔

(68) دیکھیے: المرعاة ۳/۲۹۷۔

(69) یہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، معارف الحدیث ۳/۳۸۷۔

جمعہ اور دیگر ایام میں آدابِ مجلس

خطبہ و نمازِ جمعہ کے دوران مسجد میں بیٹھنے کے چند آداب احادیثِ نبویہ ﷺ میں وارد ہوئے ہیں جن کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

کندھوں کو نہ پھلانا لگنا

ان آداب میں سے پہلی بات تو وہی ہے کہ لوگوں کے کندھوں کو پھلانا کر آگے گزر کر نہ جا بیٹھیں جس کی قدرے تفصیل بھی ذکر کی جا چکی ہے۔

کسی کو اٹھا کر اُسکی جگہ پر نہ بیٹھنا

کسی بیٹھے ہوئے نمازی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھا جائے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم اور مسند أحمد و بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

(نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ).

”نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص دوسرے آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھائے اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے“۔

اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ کیا یہ حکم جمعہ کے بارے میں ہی ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

”جمعہ اور اس کے علاوہ ہر موقع کیلئے یہی حکم ہے“۔ (70)

اس حدیثِ نبوی کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس معاملہ میں اتنے

مخاطب تھے کہ صحیح مسلم اور مسند أحمد میں ان کے بارے میں مذکور ہے:

(كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ). (71)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خاطر اگر کوئی شخص [اپنی مرضی سے بھی] اپنی جگہ سے اٹھ جاتا تو وہ اس کی جگہ پر نہیں بیٹھا کرتے تھے۔“
اگر کبھی کسی موقع پر کسی نمازی کو کسی ضرورت کی بناء پر اپنی جگہ سے اٹھ کر کہیں تھوڑا جانا پڑے اور پھر وہ واپس بھی پہنچ جائے تو اپنی جگہ کا وہی مستحق ہے، کسی دوسرے کو اس کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیے چنانچہ صحیح مسلم اور مسند أحمد میں ارشاد نبوی ﷺ ہے :

(إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ). (72)
”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھے، پھر اُسی جگہ لوٹ آئے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے“

اسی مفہوم کی ایک حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے۔ (73)
بعض لوگ ایسے موقع پر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہاں رومال وغیرہ چھوڑ جاتے ہیں، جبکہ ایسا کرنے والے اور کوئی بھی چیز نہ چھوڑ کر جانے والے کا ایک ہی حکم ہے۔

گوٹھ مار کر نہ بیٹھنا

بیٹھنے کے دوران اپنے گھٹنوں کو کھڑے کر کے ان کے گرد کپڑا پلیٹ کر یا بازوؤں کا حلقہ بنا کر بیٹھنے سے احتراز کرنا چاہیے، خصوصاً گرمیوں میں اور خطبہء جمعہ کے دوران کیونکہ بیٹھنے کے اس انداز سے نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس طرح بیٹھنے سے احتراز کا مشورہ محض نیند کے خدشہ کی وجہ سے ہی دیا جاسکتا ہے، رہی ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند أحمد کی بعض روایات جن میں اسکی ممانعت آئی ہے تو وہ روایات

محدثین کرام نے ضعیف قرار دی ہیں، بلکہ ابو داؤد میں ایک دوسری حدیث جو کہ مذکورہ روایات سے قدرے عمدہ سند سے مروی ہے، اس سے خطبہ کے دوران بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس طرح بیٹھنا ثابت ہوتا ہے، اور جن روایات میں ممانعت آئی ہے، ان کی متعدد اسناد ہونے کی بناء پر امام شوکانی فرماتے ہیں کہ ان میں کچھ قوت آ جاتی ہے اور شیخ البانی نے ابو داؤد وغیرہ کی ممانعت والی حدیث کو حسن قرار دیا ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْحَبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ). (74)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن دوران خطبہ گوٹھ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا“۔

یہی وجہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عطاء، مکحول اور حسن بصری رحمہم اللہ سے اس انداز کی کراہت منقول ہے اور یہی قول امام نووی کا بھی ہے۔

ابو داؤد، ترمذی اور مسند احمد کی حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہما والی اس حدیث پر ریاض الصالحین میں امام نووی نے یوں تبویب کی ہے:

”جمعہ کے دن، امام کے خطبہ کے دوران، گوٹھ مار کر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کا

بیان، کیونکہ یہ نیند کا باعث بنتا ہے جس سے نتیجہ خطبہ فوت ہو جاتا ہے یا

پھر وضوء ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے“۔ (75)

لیکن کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین و اہل علم رحمہم اللہ عدم کراہت کی طرف

ہی گئے ہیں۔ (76)

(74) صحیح ابی داؤد للالبانی ۲۰۶/۱۔ (75) ریاض الصالحین ص: ۶۳۸۔

(76) انکے اسماء گرامی نیل الأوطار ۲/۳۵۱، تحفة الأحوذی ۳/۴۶، عون المعبود ۳/۳۵۹-۳۶۰۔

میں دیکھیے، اس موضوع کی تفصیل ہم نے ”آداب واحکام مسجد“ میں ذکر کر دی ہے اور یہ کتاب

آلگ سے شائع کی جا رہی ہے۔

اونگھ آنے پر جگہ بدل لینا

اگر کبھی دورانِ خطبہ جمعہ نیند غالب آنے لگے اور نمازی اونگھنے لگے تو اس کا علاج نبی اکرم ﷺ نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھے، اس اٹھنے بیٹھنے اور کچھ حرکت کرنے سے نیند غائب ہو جائے گی، چنانچہ ابو داؤد، ترمذی، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور بیہقی میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهِ). (77)

”جمعہ کے دن جب تم میں سے کوئی شخص اونگھنے لگے تو اُسے چاہیے کہ اپنی جگہ بدل لے“۔

یہ تمام آدابِ مجلس نہ صرف یہ کہ جمعہ کے دن سے خاص ہیں، بلکہ عام حالات میں مسجد کے اندر یا دیگر مقام پر انھیں جہاں بھی اپنایا جائے وہیں یہ باعثِ عزت و برکت ہیں۔

نظافت و سلیقہ

ان سب آدابِ مجلس اور ان سے پہلے ذکر کئے گئے آداب و مستحباتِ جمعہ مثلاً غسل، صاف ستھرا لباس اور خوشبو لگانے کی ترغیب بلکہ تاکید سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کتنا صفائی پسند اور سلیقہ آموز دین ہے، نبی اسلام ﷺ اپنی ان مذکورہ تعلیمات کے ذریعے یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا یہ مقدس ہفتہ واری اجتماعِ جمعہ، توجہ الی اللہ اور ذکر و دعاء کی باطنی و روحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ و خوش منظر اور بارونق و پر بہار ہو، اور مسلمانوں کے اس مجمع کو ملانکہ کے

(77) ابو داؤد ۴۶۹۳، نیل الأوطار ۲/۲۵۰، مشکوٰۃ ۳۰۲/۳ شیخ البانی نے اسے

مشکوٰۃ (۳۳۹/۱) میں حسن قرار دیا ہے جبکہ امام ترمذی سے شیخ ارناؤوط نے تحقیق شرح السنۃ

(۲۶۹/۴) میں اسکا صحیح ہونا نقل کیا ہے۔

پاک و صاف مجمع کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مشابہت اور مناسبت ہو، نبی ﷺ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ کا کوئی صحابی لاعلمی یا کسی وجہ سے ان آداب کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو دوران خطبہ ہی اُسے ٹوک دیا تا کہ دوسروں کیلئے مزید تاکید ہو جائے، چنانچہ ابو داؤد، نسائی اور مسند أحمد میں ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا، جبکہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے اُسے [منبر پر سے ہی] حکم فرمایا:

(اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ وَ آتَيْتَ) . (78)

”[جہاں ہو وہیں] بیٹھ جاؤ تم تاخیر سے آئے اور لوگوں کیلئے اذیت کا باعث بن رہے ہو“۔

دیہات میں جمعہ

اہل علم میں اس بات پر اختلاف ہے کہ کیا جمعہ دیہات میں بھی پڑھا جاسکتا ہے؟ یا اس کے لئے شہر کا ہونا ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں دو معروف قول ہیں :

قول جواز اور اُسکے دلائل

☆ پہلا یہ کہ جمعہ شہروں کی طرح دیہات میں بھی جائز ہے اور اس کی ایک دلیل صحیح بخاری اور ابو داؤد والی وہی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ بحرین کے ایک گاؤں جواثی میں مسجد نبوی ﷺ کے بعد سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا، اس حدیث کے الفاظ میں ہی یہ وضاحت موجود ہے کہ وہ ایک گاؤں تھا، ابو الحسن نخعی نے جواثی کو شہر قرار دیا ہے جبکہ بقول شارح بخاری، جواثی کے بارے میں مذکورہ حدیث میں اسکا گاؤں ہونا مذکور ہے، اور یہی زیادہ صحیح بات ہے، البتہ اس بات کا

(78) ابو داؤد ۴۶۷۴، نیل الأوطار ۲/۲۵۲، الفتح الربانی ۷/۷۲۶۔

احتمال ہے کہ شروع میں وہ گاؤں ہو، جب اُس میں جمعہ پڑھے جانے کا ذکر آیا ہے اور بعد میں ترقی کر کے شہر بن گیا ہو، جس کا ذکر نخعی نے کیا ہے۔ (79)

اس مذکورہ صحیح حدیث سے دیہات میں جمعہ کے جواز کی دلیل یوں لی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عادت نہیں تھی کہ نزولِ وحی کے زمانہ میں وہ کوئی کام، جس کا تعلق شرعی امور سے ہو، اُس میں اپنی مرضی کریں بلکہ ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہی کیا، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہ کیا گیا ہوتا اور ناجائز بھی ہوتا تو اُس معاملہ میں یقیناً وحی کا نزول ہو جاتا۔ (80)

☆ دیہات میں جمعہ کے جواز کی دوسری دلیل بھی صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے جس میں ابن شہاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی بناء پر زریق بن حکیم کو اقامتِ شعائرِ جمعہ کا حکم دیا تھا۔ (81)

☆ تیسری دلیل ابن خزيمة، مصنف ابن أبي شيبة، اور سنن سعيد بن منصور میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل بحرین کو لکھا:

(جَمِعُوا حَيْثُ مَا كُنْتُمْ)۔ (82)

”تم جہاں کہیں بھی رہ رہے ہو، وہیں جمعہ پڑھو“۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ حکم شہروں اور دیہات سب کو شامل ہے اور امام ابن خزيمة و علامہ عینی نے اس اثرِ فاروقی کو صحیح اور امام بیہقی نے حسن قرار دیا ہے۔

☆ چوتھی دلیل بیہقی میں ہے، لیث بن سعد فرماتے ہیں:

”ہر شہر اور گاؤں جہاں جماعت ہو، انھیں جمعہ کا حکم دیا گیا، کیونکہ اہل شہر اور اس کے ساحلی علاقوں کے لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(80) فتح الباری ۲/۳۸۰

(79) فتح الباری ۲/۳۸۱

(81) بخاری و شرحہ ۲/۸۱-۳۸۰ (82) نیل الأوطار ۲/۲۳۲، عون المعبود ۳/۳۹۸

کے عہد خلافت میں جمعہ پڑھا کرتے تھے، اور [شہر و ساحلی دیہات]

دونوں جگہ پر ہی صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ (83)

☆ پانچویں دلیل مصنف عبد الرزاق میں صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ و مدینہ کے مابین زرعی علاقوں کے دیہات والوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے، لیکن ان پر کوئی عتاب و ناراضگی کا اظہار نہ کرتے۔ (84)

☆ ان پانچ صحیح احادیث و آثار کی تائید اُس روایت سے بھی ہوتی ہے جو طبرانی، دارقطنی، بیہقی اور ابن عدی نے حضرت ام عبد اللہ دوسیرہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً ذکر کی ہے، جس میں ہے کہ جمعہ ہر اُس گاؤں میں واجب ہے جس میں امام جمعہ موجود ہو، اگرچہ وہ لوگ چار کی تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں اور دوسری روایت میں تین کی تعداد آئی ہے۔ (85)

یہ روایت ضعیف ہونے کی بناء پر بذاتِ خود تو قابلِ استدلال نہیں، اسے تو محض مؤید کے طور پر ذکر کیا ہے، ورنہ دلیل کیلئے از روئے صحت بخاری شریف والی ایک حدیث ہی کافی ہے۔ اور ابن اسحاق کے مطابق نبی اکرم ﷺ سفرِ ہجرت کے دوران قبا اور مدینہ منورہ کے درمیان قبیلہ بنی سالم کی بستی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا لہذا آپ ﷺ نے وہیں جمعہ پڑھا جو کہ نبی ﷺ کا اپنے قدم مبارک پر پہلا جمعہ تھا، اور مسجدِ جمعہ کے نام سے آج تک اس مقام پر ایک چھوٹی سی مسجد موجود ہے۔

قول عدم جواز کے بعض دلائل اور ان کی استنادی حیثیت

اس اختلافی مسئلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں، اس کے

(83) حوالہ جات سابقہ۔ (84) ایضاً

(85) امام طبرانی و ابن عدی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے التلخیص میں اسے منقطع کہا ہے

بحوالہ نیل الاوطار ۲/۲۳۱، عون المعبود ۳/۴۰۱، ۴۰۲۔

لئے شہر کا ہونا ضروری ہے، یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے، اگرچہ احناف عملاً دیہات میں بھی جمعہ پڑھتے ہیں اور جمہور کے مطابق ہی ہر جگہ عمل ہو رہا ہے، رہا ظہر احتیاطی کا مسئلہ تو اُس کی طرف مختصر اشارہ اور خود احناف کے بعض اقوال آگے آرہے ہیں۔

جمہور محققین مذہب کے نزدیک شہر وہ ہے کہ جس کی بڑی مسجد میں وہ سب لوگ نہ سما سکیں جن پر جمعہ واجب ہو، اگرچہ فعلاً وہ مسجد میں نہ آئیں۔ (86)

اس مسلک کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

(لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مَصْرِ جَامِعٍ)۔ (87)

”جمعہ و تشریق صرف مصر جامع میں ہی ہو سکتے ہیں“

اس روایت کے مرفوع ہونے کو امام احمد نے ضعیف قرار دیا ہے، اور علامہ ابن حزم نے اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہونے کو ہی صحیح کہا ہے۔

ایک دوسری موقوف روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جمعہ و تشریق اور عید الفطر و عید الاضحیٰ صرف مصر جامع یا شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ (88)

پہلی روایت کی طرح ہی مصنف عبدالرزاق میں بھی ایک موقوف روایت مذکور ہے۔

ان روایات میں سے ابن ابی شیبہ والی روایت [جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے] علامہ عینی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ امام بیہقی، زیلعی اور ابن حجر جیسے محقق محدثین کا کہنا ہے کہ اس روایت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف [یعنی ان کا اپنا قول] ہونا تو صحیح ہے، لیکن یہ کہ یہ نبی ﷺ کا ارشاد ہو، یہ ثابت نہیں، اور شرح ہدایہ

(87) نیل الأوطار ۲/۳۳۳۔

(86) الفقه على المذاهب الأربعة ۱/۳۷۹۔

(88) عون المعبود ۳/۴۰۵۔

میں امام ابن الہمام نے اپنے مسلک کے مؤید ہونے کی بناء پر اس قول علیؑ کی کفایت ذکر کی ہے، لیکن حضرت عمر فاروق، عثمان غنی، عبداللہ بن عمر، ابو ہریرہ، اور دیگر صحابہؓ کے آثار اس کے مخالف ہیں اور جب صحابہؓ کا کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہو جائے تو پھر مرفوع حدیث کی طرف رجوع واجب ہو جاتا ہے، اور مرفوع احادیث سے دیہات میں جمعہ کا جواز ہی ثابت ہوتا ہے اور جمہور ائمہ کا یہی قول ہے کہ دیہات میں بھی جمعہ جائز ہے۔ (89)

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ دیہات میں جمعہ کے جائز یا ناجائز ہونے کا یہ اختلاف محض نظری سا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عملاً تو عدم جواز کے قائلین خود بھی شہروں کے محلہ محلہ اور دیہات کے گاؤں گاؤں میں جمعہ پڑھتے ہی چلے آ رہے ہیں، اور اتباع کتاب و سنت کا تقاضا بھی یہی ہے۔

نمازِ جمعہ کیلئے نمازیوں کی تعداد

نمازِ جمعہ کے سلسلہ میں اس پر اہل علم کے مختلف اقوال ہیں کہ جمعہ کے انعقاد کیلئے کتنے نمازی ضروری ہیں؟

قولِ اول اور اس کے دلائل

امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد رحمہما اللہ کہ نزدیک نمازیوں کی کم از کم تعداد چالیس ہونی چاہیئے اور یہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے، اور ان کی دلیل حضرت کعب بن مالکؓ والی وہ حدیث ہے جس میں حضرت اسعد بن زرارہؓ کے جمعہ پڑھانے اور اس وقت نمازیوں کی تعداد چالیس ہونے کا ذکر ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اس سے کم لوگوں کو نبی ﷺ کا جمعہ پڑھانا ثابت نہیں۔

(89) فتح الباری ۲/۲۸۰، عون المعبود ۳/۴۰۶، نیل الأوطار ۲/۲۳۴، شرح السنۃ بغوی ۲/۲۱۹۔

صحیح مسلم شریف میں خطبہ جمعہ کے دوران منبر پر آپ ﷺ کا سورہ ق پڑھنا جس حدیث میں آیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی سعد بن زرارہ ہیں جن کے نام میں سعد اور اسعد کا اختلاف ہے، اور قاضی عیاض، امام نووی اور امام بخاری (فی تاریخہ) نے سعد کو ترجیح دی ہے۔ (90)

اہل علم نے ان دونوں باتوں کا یہ جواب دیا ہے کہ چالیس آدمیوں کا جمعہ پڑھنا ایک اتفاق تھا، اور ایسے مخصوص اتفاقیہ واقعات سے عمومی مسئلہ پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ علمائے اصول کا طے شدہ قاعدہ ہے، لہذا اُس واقعہ میں چالیس آدمیوں کا ہونا تو مذکور ہے، مگر اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ چالیس سے کم نمازیوں کا جمعہ پڑھنا صحیح نہیں، سورہ جمعہ کی آخری آیت: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ کے شان نزول کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم، ترمذی، نسائی، مسند أحمد اور دیگر کتب حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ آدمی ہی رہ گئے تھے۔ (91)۔ لہذا معلوم ہوا کہ چالیس آدمی ہونا شرط نہیں ہے۔

دیگر اقوال و دلائل

اس سلسلہ میں دوسرا قول یہی ہے کہ کم از کم بارہ آدمی ہونے چاہئیں اور دلیل اسی مذکورہ بالا حدیث سے لی ہے، اور یہ مالکیہ کا مسلک ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام کے علاوہ صرف تین مقیم مردوں کا ہونا ہی صحتِ جمعہ کیلئے کافی ہے، امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صرف دو آدمی اور امام نخعی و طاہریہ کے نزدیک امام کے ساتھ صرف ایک ہی آدمی کا ہونا کافی ہے۔ الغرض امام عسقلانی رحمہ اللہ نے

(90) شرح مسلم للنووی ۱/۶۳، ۱۶۱۔

(91) بخاری ۲/۴۲۱، الفتح الربانی ۶/۱۰۵-۱۰۶، نیل الأوطار ۲/۳۷۸۔

شرح بخاری میں پندرہ مختلف اقوال نقل کئے ہیں جو اُسی (۸۰) سے لیکر اکیلے منفرد تک کے مابین ہیں اور ترجیح اس بات کو دی ہے کہ عدد کی تعیین و قید کے بغیر کثیر تعداد میں لوگ ہونے چاہئیں۔ (92)

نبیل الأوطار میں علامہ شوکانی نے امام نخعی و ظاہریہ کے مسلک کو ترجیح دی ہے کہ امام اور کم از کم ایک آدمی سے جس طرح عام نمازوں کی جماعت ہو جاتی ہے اُسی طرح ہی جمعہ کی جماعت بھی ہو جاتی ہے، کیونکہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ (جمعہ کی جماعت عام نمازوں کی جماعت سے مختلف ہے اور نہ یہ کہ) نبی ﷺ نے فرمایا ہو کہ فلاں فلاں تعداد سے کم ہوں تو جمعہ کی جماعت نہیں ہوتی۔ (93)

مسجد یا میدان

کیا جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا شرط ہے؟ یا کسی بھی مناسب جگہ میدان وغیرہ میں جمعہ پڑھا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ کثیر بلکہ احناف و شافعیہ سمیت تمام علمائے امت کے نزدیک جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا شرط نہیں، البتہ بعض فقہاء رحمہم اللہ مسجد کو شرط قرار دیتے ہیں۔ (94)

حالانکہ طبقات کے مؤلف امام ابن سعد کی طرح ہی بعض دیگر سیرت نگاروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک وادی کے دامن میں نماز جمعہ پڑھی۔ اور اگر اس واقعہ کو صحیح تسلیم نہ بھی کیا جائے تو مسجد کے شرط ہونے کی بھی تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ (95)

(92) فتح الباری ۲/۲۲۲۔

(93) نبیل الأوطار ۲/۳۲۲-۳۳۳، تفصیل کیلئے دیکھئے: عون المعبود ۳/۴۰۴-۴۰۵۔

(94) نبیل الأوطار ۲/۳۲۲، الفقہ علی المذاهب الأربعة ۱/۳۷۸-۳۸۴۔

(95) نبیل الأوطار ۲/۳۲۲، عون المعبود ۳/۳۹۹۔

جیلوں اور فوجی چھاؤنیوں میں جمعہ

آجکل مسلم و غیر مسلم ممالک کی جیلوں اور افواج کی چھاؤنیوں میں جو کہ عموماً شہر سے باہر ہوتی ہیں، بلکہ بعض ممالک میں تو چاروں طرف سے پانی میں گھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں بھی ہیں وہاں بھی جمعہ ہوتا ہے۔

ایسے مقامات پر جمعہ ادا کرنے والے لوگ بھی مخصوص اور محدود ہوتے ہیں اور عام آدمیوں کو داخلے کی اجازت بھی نہیں ہوتی، یا وہ پہنچ ہی نہیں سکتے، تو ایسے مقامات پر جمعہ کا کیا حکم ہے؟

جیلوں میں جمعہ کا حکم

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ قرآن کریم کی سورہ جمعہ، آیت: ۹ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾

”اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو“

یہ آیت عام ہے کہ جہاں بھی ممکن ہو جمعہ کی نماز قائم کی جائے اور جب اذان کی آواز بلند ہو تو چند مستثنیٰ افراد کے سوا سب پر حاضری لازم ہے اور وہ مستثنیٰ افراد جن پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ بھی جمعہ ادا کر لیں تو اس پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ اُن سے نمازِ ظہر ساقط ہو جائے گی۔ (96)

احادیث شریفہ میں مذکور مستثنیٰ لوگوں کیلئے بھی جس طرح جمعہ جائز اور ظہر ساقط ہونے پر اجماع ہے، تو یہی بات بعض کبار علماء نے اسیرانِ جیل یعنی قیدیوں کے

(96) تفصیل کیلئے دیکھیے: الفقہ الاسلامی و أدلتہ للدکتور وہبہ الزحیلی ۲/۲۶۵۔

بارے میں بھی کہی ہے اور لکھا ہے کہ غلام پر قیاس کرتے ہوئے جیل میں بند افراد پر بھی جمعہ واجب تو نہیں ہوگا، لیکن جس طرح غلام اپنے آقا کی اجازت سے جمعہ میں شریک ہو سکتا ہے، اُسی طرح اگر جیل کی انتظامیہ اجازت دے تو قیدی بھی جیل کے احاطے میں، از جمعہ باجماعت ادا کر سکتے ہیں، بظاہر کتاب و سنت سے اس میں کوئی رکاوٹ معلوم نہیں ہوتی۔ (97)

چھوٹے چھوٹے جزیروں اور چھاؤنیوں میں جمعہ کا حکم

جیلوں کی طرح ہی پانی میں گھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے جزیروں اور افواج کے مستقل ٹھکانوں یا چھاؤنیوں میں تو بالاولیٰ جمعہ جائز ہوگا۔ اب رہا معاملہ ”اذن عام“ کا کہ باہر سے آنے کیلئے نمازیوں کو کھلی اجازت ہو، یہ ظاہر ہے کہ ایسے مقامات کیلئے یہ ممکن ہی نہیں ہوتی، اور قرآن و سنت کی واضح نص سے یہ شرط ثابت بھی نہیں، بلکہ ہمارے فقہاء احناف نے ازراہ اجتہاد ”اذن عام“ کی شرط عائد کی ہے، جبکہ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدْتُمْ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدْتُمْ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ).. (98)

”جب حاکم | مجتہد | اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کو پہنچ جائے تو اسے دو اجر ملیں گے، اور اگر اس نے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور اس سے خطا ہوئی تو بھی اسے ایک اجر ملے گا“

اس ارشاد نبوی ﷺ سے واضح ہوتا ہے کہ اجتہاد کرنے والا عالم کبھی غلطی بھی کر جاتا ہے، لہذا اجتہادی آراء کو نص کا درجہ حاصل نہیں ہوتا، پھر یہ بھی ہے کہ باقی تینوں

(97) ابنماہ نامہ المستقیم، بر منہجہم برطانیہ، جلد 11، شمارہ 6، دسمبر 1987ء، ص 110، تاجمید الغفران حسن سابق استاد

(98) بخاری 318/13

مسلمان پبلیکیشنز، مدینہ منورہ

ائمہ کرام اور جمہور علماء و فقہاء اُمت اور محدثین کرام کی طرف سے یہ شرط عائد نہیں کی گئی، اس شرط کے کتاب و سنت سے ثابت نہ ہونے اور جمہور کے خلاف ہونے کی بناء پر خود علمائے احناف کا کہنا ہے کہ جہاں جیلوں میں نماز جمعہ ادا کی جا رہی ہو، وہاں روک ٹوک کے بغیر موجودہ صورتِ حال کو برقرار رکھا جائے۔ اور ساتھ ہی انھیں ظہر احتیاطی کا مشورہ دے دیا جاتا ہے، جس کے ثابت نہ ہونے کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں، اور علامہ ابن حزم تو قیدیوں پر جمعہ کے واجب ہونے کے قائل ہیں (99)

لہذا معلوم ہوا کہ مطلق و جوب اور مطلق عدمِ جواز دونوں قول ہی انتہاء پسندی کا نتیجہ ہیں، اس سلسلہ میں انتہائی معتدل اور مناسب قول جمہور کا ہی ہے جنکی تحقیق کے مطابق ”اِذن عام“ صحتِ جمعہ کیلئے شرط نہیں ہے، لہذا قیدی ظہر کی بجائے جمعہ باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔

ظہر احتیاطی کا مشورہ کیوں؟

علماء احناف کی طرف سے جو ظہر احتیاطی کا مشورہ دیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل بطور واقعہ تو قیدی لوگ نماز ظہر ہی ادا کریں گے، جمعہ کے دو فرض ان کے لئے نفل ہوں گے، جمعہ کی دونوں اذانیں اور خطبہ بھی نفل ہوں گے، بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ خطبہ سے پہلے کی دونوں اذانیں بے محل ہوں گی، اس کی نظیر شریعت میں نہیں ملتی، نہ عہد نبوی ﷺ میں نہ دورِ خلفاء و صحابہ رضی اللہ عنہم میں، اور یہ پیچیدہ صورتِ حال صرف اس لئے رونما ہوئی کہ بغیر کسی نصِ صریح کے نماز جمعہ کی صحت کے لئے [اِذن عام] کو شرط قرار دے دیا گیا ہے۔

اگر جمعہ قطعاً جائز ہی نہیں اور یہ معاملہ اجتہادی ہے، تو پھر جمعہ پڑھنے والوں کو

[ظہر احتیاطی] کا مشورہ کیسے دیا جاسکتا ہے؟ یاد رہے کہ [ظہر احتیاطی] کی یہ اصطلاح بھی متاخرین احناف کی رائے ہے، متقدمین فقہاء احناف میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں تھا، بلکہ وہ اسکے خلاف تھے، درمختار اور البحر الرائق کی عبارات اس پر شاہد ہیں، چنانچہ درمختار میں جمعہ کو ظہر کا بدل نہیں بلکہ مستقل فرض قرار دیا گیا ہے، اور ظہر احتیاطی کو محققین حنفیہ کی طرف سے خلاف صواب قرار دیتے ہوئے [ظہر احتیاطی] نہ پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور البحر الرائق میں لکھا ہے کہ میں بارہا یہ فتویٰ دے چکا ہوں کہ ظہر احتیاطی درست نہیں ہے، کیونکہ اس سے لاعلم لوگوں کو جمعہ کے غیر واجب ہونے کا شک گزرے گا، اور اس سے یہ خرابی لازم آئے گی کہ وہ جمعہ کے فرض نہ ہونے کے شک میں سستی کا شکار ہونے لگیں گے، لہذا زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ جمعہ کے بعد ظہر احتیاطی ہرگز نہ پڑھی جائے۔ (100)

بحری جہاز وغیرہ میں جمعہ

جہاں تک بڑے بڑے بحری جہازوں میں سفر کرنے والوں کے جمعہ کا معاملہ ہے، تو اس سلسلہ میں ابو ظہبی سے وزارت اوقاف و امور اسلامیہ کے ماہنامہ ترجمان ”منار الاسلام“ میں ایک سوال و جواب آیا تھا، جس کا ترجمہ افادہ عام کیلئے یہاں نقل کر رہے ہیں:

ایک سوال

ہم ایک بہت بڑے جہاز میں کام کرتے ہیں اور ہماری تعداد سو افراد سے زیادہ ہے، کیا ہمارے لئے جہاز میں جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہم تقریباً چھ ماہ مسلسل سمندر میں رہتے ہیں۔ (سائل: سالم محمد عبدالعزیز، ابو ظہبی)

(100) مجلس ارحمہ و مکانہا فی الدین للعلامة القاضي احمد بن حجر آل بوطائی، قطر.

فاضلانہ جواب

اس سوال کا جواب مصر کے ایک معروف عالم ڈاکٹر عبدالصبور شاہین | پروفیسر دارالعلوم کالج، مصر | نے یہ دیا ہے: ”نماز جمعہ فرض عین ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اس لیے مشروع فرمایا تا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی ہفتہ وارانہ عید کا منظر قائم ہوتا رہے، اور خطبہ جمعہ کے ذریعے جو کہ ارکان جمعہ میں سے ایک ہے، انکی عقلی تربیت و تجدید ہوتی رہے، یہ دور کعتیں باقی دنوں کی نمازِ ظہر کی جگہ ہوتی ہیں۔

جماعت کا مقام و معنی اور مرتبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی میں اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں حتی کہ وہ بحری جہاز میں بھی نماز پنجگانہ میں سے کسی بھی نماز کا وقت ہونے پر اسے باجماعت ادا کرتے ہیں، روزانہ کی نماز پنجگانہ کی جماعت ہو یا ہفتہ وار نماز جمعہ کی جماعت، دونوں میں سوائے خطبہ کے کوئی فرق نہیں ہے، اور خطبہ کی وجہ سے ہی ظہر کی چار رکعتوں والی نماز میں تخفیف کر کے جمعہ کی صرف دو فرض رکعتیں رکھی گئی ہیں۔

میرے نزدیک اتنے بڑے جہاز پر نماز جمعہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، جس پر کہ ایک سو آدمی کام کرتے ہیں، خصوصاً جبکہ امام کے ساتھ صرف تین آدمیوں اور ایک قول کے مطابق دو آدمیوں اور ایک قول کے مطابق صرف ایک آدمی کے موجود ہونے سے اور ایک قول کے مطابق صرف فرد واحد کے موجود ہونے سے بھی جمعہ کا انعقاد ہو جاتا ہے، اور سو آدمیوں کا جمعہ تو بالاً ولی منعقد | صحیح | ہو جائے گا۔

اہم بات صرف یہ ہے کہ نمازیوں میں کوئی ایسا شخص ہونا ضروری ہے، جو خطبہ دے سکتا ہو یا لکھا ہوا خطبہ نمازیوں کے سامنے پڑھ سکتا ہو، تا کہ اس فریضہ کے شعائر مکمل ہو سکیں۔

یہاں حالت سفر کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ یہ طویل مدت | چھ ماہ |، اقامت کے

معنی کے قریب قریب ہے، بالخصوص جبکہ یہ سب لوگ ایک ہی جگہ پر اکٹھے رہتے ہیں، فضا پر استقرار ہے، جہاز اپنی حرکات میں ثابت و محفوظ ہے، نہ اسے طغیانیاں یا موجیں بے قابو کرتی ہیں اور نہ ہی طوفان اس کا بیلنس خراب کرتے ہیں، [غرض ایسے جہاز میں جمعہ جائز ہے]۔ (101)

جمعہ سے پہلے سنن و نوافل کی تعداد

نماز جمعہ کیلئے مسجد میں پہنچنے پر اگر خطبہ شروع نہ ہوا ہو، تو نمازی کو اجازت ہے کہ جتنے چاہے نوافل ادا کرے، کیونکہ جمعہ سے پہلے سنن و نوافل کی کوئی تعداد متعین نہیں بلکہ آداب و مستحبات جمعہ کے ضمن میں جتنی بھی احادیث گزری ہیں، ان سب میں یہی مذکور ہے کہ اسے جتنی اللہ توفیق دے، نماز پڑھے، اور کیا جمعہ سے پہلے کوئی مؤکدہ سنتیں مقرر و متعین ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اہل علم کے دوقول ہیں۔

چار رکعتیں کہنے والوں کے دلائل اور انکا تجزیہ

احناف اور بعض شافعیہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے بھی نماز ظہر کے طرح ہی سنتیں ہیں۔

ان کا استدلال ابنِ ماجہ و طبرانی کبیر کی اُس روایت سے ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز جمعہ سے قبل چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جبکہ اس روایت کی سند کو امام نووی نے سخت ضعیف قرار دیا ہے اور اس سند میں مذکور ایک شخص مبشر بن عبید کو وضاع، صاحبِ باطلیل یعنی جھوٹی روایتیں گھڑنے اور باطل خبریں نقل کرنے والا قرار دیا ہے۔ (102)

(101) "منار الاسلام"، ابوظہبی جلد ۱۷، شمارہ ۲، ستمبر ۱۴۱۳ھ اگست ۱۹۹۱ء۔

(102) نیل الاوطار ۲/۲۵۴، الفتح الربانی ۸۰/۶۔

ایسے ہی بعض مطلق احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے، جن میں سے ایک صحیحین و سنن اربعہ میں ہے، جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

(بَيْنَ كُلِّ اِذَا نَيْنِ صَلَوةٍ). (103)

”ہر آذان و اقامت کے مابین نماز ہے“۔

اس حدیث سے استدلال کے بارے میں صرف ایک بات قابل غور ہے کہ اگر جمعہ سے پہلے اس سے نماز ثابت ہوتی ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ مغرب کی اذان و اقامت کے مابین دو رکعتیں ثابت نہیں ہوتیں، ایک ہی حدیث کے بارے میں یہ دو پیمانے کیوں؟

اور بالکل یہی معاملہ ایک اور مطلق حدیث کا ہے جس میں ہے :

(مَا مِنْ صَلَوةٍ مَفْرُوضَةٍ اِلَّا وَ بَيْنَ يَدَيْهَا رَكْعَتَيْنِ). (104)

”ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں“۔

جمعہ سے پہلے دو یا چار سنتوں کے متعین ہونے پر اس بات سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ نماز جمعہ دراصل نماز ظہر کا بدلہ ہے، لہذا ظہر سے پہلے جتنی سنتیں ہیں، وہی جمعہ سے پہلے بھی ہیں، لیکن کثیر محققین نے اس قیاس کو غیر درست قرار دیا ہے بلکہ خود فقہ حنفی کی معتبر کتاب در مختار میں لکھا ہے کہ جمعہ ظہر کا بدلہ نہیں بلکہ ایک مستقل فریضہ ہے۔ (105)

لہذا جمعہ کی سنتوں کو ظہر کی سنتوں پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ علامہ ابن قیم نے ان تمام دلائل کو زوال المعاد میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (106)

(103) بخاری ۱۰۰۲/۱۰، مسلم ۱۶۳/۶۳، ابو داؤد ۱۶۲/۳۴، ترمذی ۱۵۴/۱، نسائی ۲۸۲/۲،

ابن ماجہ ۳۶۸/۱، دار قطنی ۲۶۶/۱۔

(104) ابن حبان، دار قطنی، طبرانی بحوالہ نیل الأوطار ایضاً۔

(105) الجمعة و مکاتنتھا فی الدین، ص: ۵۹۱۔ (106) زاد المعاد محقق ۴۳۲/۱ وما بعد۔

عدم تعیین: اس موضوع میں دوسرا قول امام مالک و احمد رحمہما اللہ اور ایک وجہ سے شافعیہ کا ہے، ان کا استدلال یوں ہے کہ نبی ﷺ سے جمعہ کی پہلی رکعتوں کی کوئی تعیین کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ قول سے اور نہ ہی آپ ﷺ کے عمل سے، بلکہ نبی ﷺ جب منبر پر رونق افروز ہو جاتے تو اذان شروع ہو جاتی اور اذان ہو چکنے کے بعد آپ ﷺ کسی وقفہ کے بغیر خطبہ شروع فرما دیتے اور یہ کھلے مشاہدہ کی بات تھی، علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ [کسی صحیح حدیث میں] نبی ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ جمعہ سے پہلے کوئی مقررہ رکعتوں پر مشتمل نماز پڑھتے تھے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور کثیر محققین و علمائے حدیث کی تحقیق یہی ہے کہ جمعہ سے قبل مقررہ تعداد میں سنن و نوافل ثابت نہیں، البتہ جو شخص امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے مسجد میں پہنچ جائے وہ بلا تعیین جتنی سنتیں اور نوافل پڑھنا چاہے پڑھ لے، اور جو نبی امام خطبہ شروع کرے، نوافل پڑھنا بند کر دے۔ (107)

دوران خطبہ دو رکعتیں [تحیۃ المسجد]

جو شخص اُس وقت مسجد میں پہنچے، جب خطبہ شروع ہو چکا ہو تو وہ صرف دو رکعتیں [تحیۃ المسجد] پڑھ سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں، اور وہ بھی ہلکی سی، اور یہ دو رکعتیں ضرور پڑھ لینا چاہیئے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم اور سنن اربعہ سمیت دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوقحادہؓ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ

يَجْلِسَ)۔ (108)

107 (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۸۸/۲۲-۲۰۰، زاد المعاد ۴۳۲/۱-۴۳۰)۔

108 (نسخ علیہ، مشکوٰۃ ۲۲۱/۱۵، الفتح الربانی ۴۳/۵-۴۲)۔

”تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں ضرور پڑھ لے“۔

یہ ارشاد نبوی ﷺ تو مطلق ہے کہ جب بھی کوئی مسجد میں داخل ہو، لیکن خاص جمعہ کے دن اور وہ بھی عین خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہونے والے کو بھی یہی حکم ہے، چنانچہ ترمذی و نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

(أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ) . (109)

”جمعہ کے دن ایک شخص اُس وقت مسجد میں داخل ہوا، جبکہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، تو آپ ﷺ نے اُسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم فرمایا“ ترمذی شریف کے الفاظ ہیں :

(أَنَّ رَجُلًا جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي هَيْئَةٍ بَذَّةٍ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ) . (110)

”ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں انتہائی مفلسانہ و خستہ حال صورت میں آیا اور نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اُسے حکم فرمایا تو اُس نے دو رکعتیں پڑھیں، جبکہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے رہے“۔

صحیح مسلم، أبو داؤد اور دار قطنی کی حدیث میں اس مذکورہ صحابی کا نام حضرت سلیم غطفانی رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کے مانعین [احناف] اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے محض اس شخص کی مفلسی و غربتی اور خستہ حالی لوگوں کو دکھانے کیلئے ایسا کہا تا کہ ان کے دلوں میں صدقہ کا جذبہ پیدا ہو۔ اسی

(109) نیل الأوطار ۳/۲۲، الفتح الربانی ۶/۷۷ شرح.

(110) ترمذی ۳۱/۳، نیل الأوطار ۳/۲۲، الفتح الربانی ۶/۷۷.

حدیث کی دوسری تاویل یہ بھی کی جاتی ہے کہ دارقطنی نے جو روایت بیان کی ہے، اس میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ روک کر خاموش ہو گئے تھے۔ گویا یہ واقعہ دلیل نہیں بن سکتا۔ جبکہ خود امام دارقطنی نے اُس حدیث انس رضی اللہ عنہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور ترمذی کی صحیح حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دور کعتیں پڑھتے رہے اور نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے رہے، لہذا اس تاویل کی حیثیت بھی ظاہر ہو گئی۔ (111)

اگر اس موضوع کی صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو یہ تاویل بھی شائد چل سکتی تھی، مگر دوران خطبہ تحیۃ المسجد کی دور کعتیں پڑھ کر بیٹھنے کے بارے میں تو دیگر کتنے ہی ارشادات نبوی ﷺ ہیں جو بالکل مطلق بھی ہیں، مثلاً صحیح بخاری و مسلم اور سنن اربعة میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ صَلَّيْتُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ). (112)

”جمعہ کے دن ایک آدمی اس وقت مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم نے نماز دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھی ہے؟“ اس نے جواب دیا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اٹھو اور دو رکعتیں پڑھو“۔

بخاری و مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

(قُمْ فَأَرَكْعْ). (113) ”اٹھو اور نماز پڑھو“۔

شارحین حدیث علامہ ابن حجر و امام نووی کے نزدیک اُس شخص سے بھی

(111) تحفة الأحوذی ۳۵/۳-۳۶، منتقى الأخبار ۳۶/۳-۳۷/۲.

(112) بخاری ۴۰۷۲-۴۱۲، مسلم ۱۶۲۶/۳-۱۶۲۳، ترمذی ۳۰/۳، الفتح الربانی ۷/۷۷،

(113) حوالہ سابقہ

شرح السنہ ۲۶۳/۳.

حضرت سُلَیْک ؓ ہی مراد ہیں، البتہ بخاری و مسلم میں ہی ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

(إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ خَرَجَ الْإِمَامُ فَلْيُصَلِّ رَكَعَتَيْنِ). (114)

”جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام نکل کر سامنے آچکا ہو تو اسے چاہیئے کہ دو رکعتیں پڑھ لے“۔

یہاں ”امام نکل چکا ہو“ سے مراد اسکا خطبہ شروع کرنا ہے اور اگر محض گھر سے نکل کر مسجد میں آنا یا منبر پر صرف بیٹھنا مگر خطبہ شروع نہ کرنا مراد لیا جائے تو پھر لیجئے ایک اور ارشادِ نبوی ﷺ ملاحظہ کیجئے، چنانچہ صحیح مسلم، أبو داؤد، نسائی، مسند أحمد، دار قطنی اور بیہقی میں ہے:

(قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا). (115)

”نبی ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اُس وقت آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اُسے چاہیئے کہ دو رکعتیں پڑھ لے اور اُسے چاہیئے کہ ان دونوں رکعتوں میں تخفیف سے کام لے“۔

تخفیف یعنی ہلکی سی رکعتیں پڑھنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ وہ جلد فارغ ہو کر خطبہ سن سکے۔ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

”یہ حدیث ایسی نص ہے کہ اس کی کسی قسم کی تاویل کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی عالم ایسا ہو جسے نبی ﷺ کا یہ صحیح و صریح ارشاد پہنچے پھر بھی وہ اس کی مخالفت کرے“۔ (116)

(114) مسلم ۶۳/۶/۳، الفتح الربانی ۶/۷۷، نیل الأوطار ۲/۲۵۶/۲۵۷۔

(115) مسلم ۶۳/۶/۳، الفتح الربانی ۶/۷۷، نیل الأوطار ۲/۲۵۶/۲۵۷، مشکوٰۃ ۳/۳۱۱-۳۱۳۔

(116) النووی علی صحیح مسلم ۱۲۴/۵/۳۔

یاد رہے کہ اسی حدیث میں حضرت سلیم عطفانی ؓ کو حکم فرمایا ہے:

(قُمْ فَأَرَكْعُ رُكْعَتَيْنِ وَ تَجَوِّزْ فِيهِمَا) . (117)

”اٹھو دو رکعتیں پڑھو اور انھیں ہلکا سا پڑھو“۔

پھر ارشاد فرمایا:

”جب ابھی اتم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو

تو اُسے چاہیے کہ دو رکعتیں پڑھ لے، لیکن اُن میں تخفیف سے کام لے“

اس سے یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلانے والی تاویل صحیح نہیں، بلکہ امام نووی رحمہ اللہ نے تو اُس تاویل کو باطل قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ حدیث کے آخری صریح اور مطلق الفاظ بھی اُس تاویل کی تردید کرتے ہیں۔ (118)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ:

”مانعین کی مذکورہ تاویل کا باعث دراصل یہ ہے کہ انکے خیال میں یہ احادیث

[سورۃ اعراف آیت: ۲۰۴] سے متعارض ہیں“

جس میں ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ .

”جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے“۔

اسی طرح بخاری و مسلم میں مذکورہ احادیث اس حدیث کے بھی مخالف

ہیں جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ انْصِتْ وَ الْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ) .

”اگر تم نے اپنے ساتھی سے دورانِ خطبہ نہ کہا کہ چپ رہو تو تم نے لغو کام کا ارتکاب کیا“۔

انکا کہنا ہے کہ جب بات کرنے والے کو صرف چپ کرنا منع ہے تو تحیۃ المسجد بھی منع ہونا چاہیے، ایسے ہی گردنیں پھلانگ کر گزرنے والے شخص کو آپ ﷺ کا فرمانا کہ ”بیٹھ جاؤ تم دیر سے آئے اور تم نے دوسروں کو اذیت پہنچائی ہے“۔ اُن کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے اُسے تحیۃ المسجد کا حکم نہیں فرمایا، بلکہ بیٹھ جانے کا حکم دیا تھا۔

اور طبرانی میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے کہ:

”جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر بیٹھ چکا ہو یا خطبہ شروع کر چکا ہو [تو کوئی نماز نہ پڑھو، نہ گفتگو کرو جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جائے“

مانعین کی طرف سے دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنے پر کل یہ اعتراضات ہیں۔ جبکہ جواز و عدم جواز کے دلائل میں جمع و تطبیق ممکن ہے، اور جب اس بات کا امکان ہو تو وہ تعارض پر مقدم ہوتا ہے، تاکہ کسی واضح دلیل کو ساقط کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، رہی سورۃ اعراف کی آیت تو اس میں قرآن کی تلاوت کے وقت خاموشی کا حکم ہے، جبکہ خطبہ جمعہ سب قرآن بھی نہیں ہوتا، اور جو آیات دورانِ خطبہ آتی ہیں، انکی تلاوت کے وقت خاموشی کے عام حکم کو تحیۃ المسجد کے جواز والی احادیث سے خاص کر دیا گیا ہے کہ یہ دو رکعتیں جائز ہیں،

اور حدیث (إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ انْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ) میں جو مانعت آئی

ہے، وہ آپس میں گفتگو کرنے کی ہے، نہ کہ نماز پڑھنے کی، اور اگر نماز سمیت سب کی ممانعت کا حکم بھی مان لیا جائے تو اُس عموم کو دو رکعتوں کے جواز والی احادیث سے محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مخصوص کر دیا گیا ہے، اور دو رکعتیں پڑھنے والے کو تو [خاموش] اقرار دینا بھی جائز ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم، أبو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند أحمد کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیانی وقفہ میں محل دعاء (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ يَا اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ) پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کا اطلاق کیا ہے۔ (119)

گردنیں پھلانگ کر گزرنے والے شخص کا واقعہ مخصوص ہے، اس کا حکم عام نہیں، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اُسے بیٹھنے کا حکم دینے کا واقعہ تحیۃ المسجد کی مشروعیت سے پہلے کا ہو، یا تحیۃ المسجد پڑھنے کے بعد بیٹھنے کی شرط ہو، جس کا حکم اس صحابی کو پہلے سے معلوم ہو، یا پھر اُسے بیان جواز پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے، اور یہ بھی امکان ہے کہ وہ خطبہ کے آخر میں ایسے تنگ موقع پر داخل ہوا ہو جس میں دو رکعتیں پڑھنے کی گنجائش ہی نہ رہی ہو۔

ربا معاملہ طبرانی والی حدیث کا تو وہ ضعیف ہے، اُسکی سند کا ایک شخص ایوب بن نُهیک معروف علماء رجال امام ابو زرہ اور ابو حاتم کے نزدیک منکر الحدیث ہے، اور ایسی ضعیف روایات صحیح احادیث کا مقابلہ کرنے والی نہیں ہو سکتیں۔ (120)

الغرض سابقہ تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دوران خطبہ دو رکعتیں پڑھ کر ہی بیٹھنے والوں کے دلائل عدم جواز والوں کے دلائل سے زیادہ قوی ہیں، لہذا دوران خطبہ مسجد میں پہنچنے والے شخص کو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھ لے۔

www.KitaboSunnat.com

فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں علامہ شبیر احمد عثمانی کا یہ کہنا:

(وَالْإِنْصَافُ أَنَّ الصَّدْرَ لَمْ يَنْشَرْحْ لِتَرْجِيحِ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ)

(120) فتح الباری ۴/۴۰۹

(119) الفتح الربانی ۲/۷۶، ۷۹

إلى الآن).

”انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اب تک کسی جانب کے رائج ہونے پر ہمارا شرح صدر نہیں ہوا“

شائد مراجع کی قلت کی وجہ سے ہو، جس کا اندازہ ان کے ان الفاظ سے ہو جاتا ہے:

(وَلَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا)

”شائد اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں کبھی شرح صدر کا انتظام فرمادے“۔ (121)

لہذا انشراح صدر کیلئے آج کے علماء حاشیہ میں مذکور مراجع ملاحظہ فرمائیں۔ (122)

جمعہ کا وقت اور اذان

نماز جمعہ کا وقت جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین و ائمہ کرام کے نزدیک زوال آفتاب سے ہی شروع ہوتا ہے، کیونکہ صحیح بخاری، أبو داؤد، ترمذی، بیہقی اور مسند أحمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ)۔ (123)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اُس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج سر سے ڈھل جاتا“۔

امام بخاری اس حدیث کے ترجمہ الباب میں فرماتے ہیں: ”جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہے۔ عمر، علی، نعمان بن بشیر اور عمرو بن حرث رضی اللہ عنہ سے اسی وقت کی روایتیں ملتی ہیں، اور جمعہ کی ادائیگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تاخیر نہیں فرمایا

(121) معارف الحدیث ۳/۳۹۲ حاشیہ۔

(122) فتح الباری ۲/۴۰۷-۴۱۵، شرح مسلم نووی ۳/۱۶۲-۱۶۵، نیل الأوطار ۲/۲۵۴-۲۵۹،

الفتح الربانی ۶/۷۷-۸۰، المرعاة ۳/۳۱۲-۳۱۴ فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۳/۱۸۸-۲۲۰، شرح السنۃ ۳/۲۶۳-۲۶۶۔

(123) بخاری ۲/۳۸۶، أبو داؤد ۳/۴۲۷، ترمذی ۳/۱۹، نیل الأوطار ۲/۲۵۹، الفتح الربانی ۶/۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کرتے تھے، بلکہ بخاری و مسلم، أبو داؤد، نسائی، بیہقی، دارقطنی اور مسند أحمد میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

(كُنَّا نَجْتَمِعُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَّبِعُ الْفَيْ). (124)

”ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت جمعہ پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل چکا ہوتا تھا اور پھر ہم واپسی میں سایہ تلاش کرتے تھے“۔

جبکہ أبو داؤد و مسند أحمد کے الفاظ ہیں :

(نَنْصَرِفُ وَ لَيْسَ لِلْحَيْطَانِ فَيْ). (125)

”ہم لوٹتے تو دیواروں کا [کوئی خاص] سایہ نہ ہوتا تھا“۔

صحیحین و سنن أربعة اور مسند أحمد میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

(مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ). (126)

”ہم [عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں، مسلم، ترمذی، احمد] قیلولہ اور دوپہر کا کھانا جمعہ پڑھنے کے بعد ہی کھاتے تھے“

ان سب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ و نماز جمعہ کو اتنا مؤخر نہیں کر دینا چاہیے کہ عصر کا وقت ہو جائے، جیسا کہ ہمارے ممالک میں عموماً ہو رہا ہے، بلکہ عہد نبوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوپہر کا کھانا اور آرام جمعہ پڑھ کر کیا کرتے تھے۔

امام احمد و اسحاق رحمہما اللہ کے نزدیک جمعہ کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ ان کے نزدیک محض وقت جواز ہے، وقت وجوب

(124) الفتح الربانی ۳۹/۶، نیل الأوطار ۲/۳۵۹، اور ترمذی (۱۹/۳) میں انکی طرف اشارہ موجود ہے۔

(125) أبو داؤد ۳/۳۸، الفتح الربانی ۳۹/۶۔

(126) نیل الأوطار ۲/۳۵۹، الفتح الربانی ۳۹/۶۔

زوال کے بعد ہی ہے، اور انکا استدلال صحیح مسلم، نسائی اور مسند احمد کی ایک حدیث سے ہے اور ایسی ہی بعض دیگر احادیث بھی ہیں، مگر جمہور کے نزدیک ان کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ جمعہ بہت جلدی پڑھتے تھے، لیکن وہ زوال کے بعد ہی ہوتا تھا۔ اور امام شوکانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا عموماً زوال کے بعد جمعہ پڑھنا مذکورہ احادیث کی رو سے قبل از زوال کے جواز کی نفی بھی نہیں کرتا۔ (127)

اُس زمانے میں طویل خطبات جمعہ کا رواج نہ تھا، کیونکہ صحیح مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے :

(إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَ قِصْرَ خُطْبَتِهِ مِنْهُ مِنْ فِقْهِهِ). (128)

”یشک نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ مختصر دینا، خطیب کی فقاہت کی علامت ہے۔“

اسی حدیث میں حکم فرمایا ہے :

(..... وَ اقْصِرُوا الْخُطْبَةَ). ”خطبہ مختصر دیا کرو۔“

البتہ صحیح بخاری شریف میں ایک حدیث سے گرمی و سردی کے موسم

میں جمعہ میں تقدیم و تاخیر کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

(كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ

الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ). (129)

”جب سخت سردی ہوتی تو نبی ﷺ جمعہ جلدی پڑھا کرتے اور جب سخت

گرمی کے دن ہوتے تو آپ ﷺ نماز کو ٹھنڈا کر کے یعنی کچھ تاخیر سے،

گرمی کم ہونے پر پڑھتے تھے“

(127) نیل الأوطار ۲/۳۶۱-۲۶۰.

(128) مسلم مع النووی ۳/۱۵۸، الترمذی ۳/۲۵۶، نیل الأوطار ۲/۳۶۹، شرح السنۃ ۳/۲۵۱

(129) بخاری ۲/۳۸۸

اذان عثمانی

یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت تک جمعہ کی صرف ایک ہی آذان ہوا کرتی تھی، جبکہ امام منبر پر بیٹھ جاتا، اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تو انہوں نے خطبہ والی آذان سے پہلے ایک آذان کہلوانا شروع کی، جو مدینہ منورہ کے بازار میں واقع مقام زوراء پر کھڑے ہو کر کہی جاتی تھی اور یہ طبرانی کی ایک روایت کے مطابق لوگوں کو متنبہ کرنے کیلئے تھی کہ جمعہ کا وقت قریب آ گیا ہے تاکہ لوگ جلد تیار ہو جائیں، اس کے بعد سے آج تک یہی معمول آرہا ہے۔ (130)

صحیح بخاری شریف میں مذکور اس حدیث سے امام بخاری نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ آذان کے وقت خطیب کا منبر پر بیٹھنا مسنون ہے، امام مالک و شافعی سمیت جمہور کا یہی مسلک ہے۔ (131)

اس سے اگلے باب میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ آذان خطبہ شروع کرنے سے پہلے ہونی چاہیے۔ (132)

اکثر احادیث بلکہ [التمهید شرح المؤطا] میں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح تر احادیث کی رو سے خطبہ شروع ہونے سے پہلے والی آذان کیلئے مؤذن کو چاہیئے کہ مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو۔ (133)

یہ تو اُس وقت ہے جب مؤذن ایسے ہی آذان کہہ رہا ہو، رہا مسئلہ لاؤڈ سپیکر میں آذان کہنے کا تو وہ ظاہر ہے کہ جہاں سیٹ ہوگا، وہیں کھڑے ہونا پڑے گا۔

(130) بخاری ۳۹۳/۲-۳۹۵-۳۹۷، أبو داؤد ۴۲۹/۳-۴۳۰، ترمذی ۴۸۰۳،

نسائی بحوالہ نیل الاوطار ۲/۲۶۲، الفتح الربانی ۸۱/۶-۸۲

(131) بخاری ۳۹۳/۲-۳۹۷، (132) بخاری ۳۹۲/۲، (133) عون المعبود ۳/۳۷۷۔

آجکل جو پہلی آذان ہوتی ہے، یہ چونکہ نبی ﷺ کے عہد مسعود اور دو خلفاء کے دورِ خلافت اور خلافتِ عثمانی ﷺ کے ابتدائی زمانہ تک سرے سے موجود ہی نہیں تھی، اور انھوں نے محض لوگوں کو جمعہ کی تیاری کیلئے متنبہ کرنے کی غرض سے اس کا اجراء کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ مختلف ممالک میں اس پہلی آذان کے مختلف اوقات ہیں، ہمارے بر صغیر کے ممالک میں یہ بھی زوالِ آفتاب کے بعد ہی ہوتی ہے اور اس کے کچھ وقت بعد دوسری آذان کہی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی خطبہ شروع ہو جاتا ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے کہ اس آذان کے فوراً بعد ہی خطبہ شروع ہو جائے۔ اور سعودی عرب و خلیجی ممالک میں پہلی آذان زوالِ آفتاب سے بھی بہت پہلے تقریباً دس، ساڑھے دس بجے کہی جاتی ہے۔ اور فتح الباری میں مذکورہ حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ مغربِ قریب کے ممالک میں صرف ایک ہی آذان دی جاتی ہے [جیسا کہ عہدِ نبوی ﷺ اور پہلے دو خلفاء کے یہاں تھا] (134)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے:

(الْأَذَانُ الْأَوَّلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِدَعَا) ”جمعہ کی پہلی آذان بدعت ہے“

ممکن ہے یہ علی وجہ الانکار ہو، یا اس بناء پر کہ یہ عہدِ نبوی ﷺ میں نہیں تھی۔ (135)

جماعت المسلمین [کراچی] والے بھی ایک ہی آذان کے قائل ہیں۔ (136)

بہر حال ان ہر دو طریقوں میں سے کسی بھی ایک پر عمل پیرا کو قابلِ ملامت قرار

نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ ہر دو کا عمل ہی مبنی بر دلیل ہے۔ لیکن اس معاملہ میں خلافتِ عثمانی ﷺ سے لیکر آج تک جمہورِ امت کا عمل دو آذانوں پر ہی ہے۔

(135) فتح الباری ۳۹۴/۲

(134) فتح الباری ۳۹۴/۲

(136) صلوٰۃ المسلمین ص: ۱۲۹ از مسعود احمد (بی۔ اے۔)

منبر پر چڑھ کر سلام کہنا

خطبہ جمعہ شروع کرنے کیلئے اذان سے قبل جب امام و خطیب منبر پر بیٹھے تو اُسے چاہیے کہ منبر پر چڑھتے ہی بیٹھنے سے پہلے سلام کہے، اس بات کا پتہ اب————— ماجہ، طبرانی، بیہقی، ابن عدی اور شافعی کی مرفوع اور سنن اثرم کی مرسل روایات سے چلتا ہے، لیکن یہ روایات محدثین کے معیارِ صحت پر پوری نہیں اترتیں، شاید یہی وجہ ہوگی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دخولِ مسجد کے وقت کہا ہوا سلام ہی کافی ہے، منبر پر چڑھ کر سلام کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں، یہ ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، جبکہ مالکیہ کے نزدیک سلام اس وقت ہے جب امام خطبہ کیلئے نکلے اور باقی ائمہ و فقہاء کے نزدیک مذکورہ روایات کی رو سے یہ سلام منبر پر چڑھ کر بھی مشروع ہے۔ (137)

منبر پر چڑھ کر سلام کہنے کے مخالف بھی کوئی ثبوت نہیں بلکہ جو ثبوت ہیں وہ اگرچہ معیارِ صحت پر پورے نہیں اترتے، لیکن ہیں تو سلام کی مشروعیت و مسنونیت پر دلالت کرنے والے، اور امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور اثرم کی روایت کے مطابق ان دونوں کے ساتھ ابن مسعود و ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور امام بخاری کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھتے وقت سلام کہا کرتے تھے۔ (138)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے بھی سلام کہنا منقول ہے۔ (139)

بوقتِ خطبہ نمازیوں کے بیٹھنے کا انداز

جب خطبہ شروع ہو جائے تو نمازیوں کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ خطیب کی طرف

(137) یں الأوطار ۲/۲۶۱، الفقہ الاسلامی للزحبی ۲/۲۹۱، سبل السلام ۲/۲۸،

شرح السنۃ ۲/۲۳۲.

(138) فقہ السنۃ سید سابق ۲/۳۰۸، الفقہ الاسلامی ۲/۲۹۱ حاشیہ۔ (139) تحقیق شرح السنۃ ۲/۲۳۳۔

رُخ کر کے بیٹھیں، کیونکہ سنن ابن ماجہ میں ہے :

(كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلَهُ أَصْحَابُهُ
بُؤْجُوهُمْ). (140)

”نبی ﷺ جب خطبہ کیلئے منبر پر کھڑے ہو جاتے تو صحابہ کرام اپنے چہرے
آپ ﷺ کی طرف کر لیتے۔“

اسی طرح ترمذی شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

(كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اسْتَوَى عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ
بُؤْجُوهُنَا). (141)

”نبی ﷺ جب منبر پر کھڑے ہو جاتے تو ہم آپ ﷺ کی طرف رُخ
کر لیتے تھے۔“

بلوغ المرام میں ہے کہ اس حدیث کی شاہدین صحیح ابن خذیمہ میں موجود ہے۔ (142)

بیہقی و طبرانی اوسط میں بھی یہ بات مذکور ہے، امام ترمذی مذکورہ حدیث

نقل کرنے اور اسکے ضعف کی طرف اشارہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ خطبہ کے دوران

امام کی طرف رُخ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام اہل علم کے نزدیک مستحب ہے۔ (143)

صحیح بخاری و مسلم اور نسائی شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ

سے مروی ایک حدیث ہے، جس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے

اور یہ باب قائم کیا ہے کہ ”دوران خطبہ امام لوگوں کی طرف اور لوگ امام کی طرف رُخ

رکھیں۔“ اور ترجمۃ الباب میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا عمل بھی

یہی نقل کیا ہے، بخاری میں خطبہ عید کے بارے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی

حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (144)

ابن المنذر فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ اس مسئلہ میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف ہو (145)

ابوداؤد میں ایک روایت ہے:

”اللہ کے ذکر کی طرف آؤ، امام کے قریب ہو کر بیٹھو اس لیے کہ انسان [خیر و برکت کے مقامات سے] دور ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ جنت میں دیر سے پہنچتا ہے، چاہے پہنچ ہی جاتا ہے“۔

امام منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اگرچہ انقطاع ہے، لیکن اس موضوع کی ترغیب دلانے والی دیگر صحیح احادیث سے امام کے قریب بیٹھنے کی مشروعیت کا پتہ چلتا ہے۔ (146)

خطبہ جمعہ کیلئے خطیب کی جگہ

خطبہ جمعہ کسی بلند جگہ یا منبر پر کھڑے ہو کر دینا چاہیے جیسا کہ آج کل معروف ہے، نبی اکرم ﷺ پہلے منبر کے بغیر ہی کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر ایک انصاری کو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اپنے غلام سے منبر بنانے کا کہے، جو کہ لکڑی کا کام کرتا تھا، اُس کا نام میمون تھا، اُس نے آپ ﷺ کیلئے منبر تیار کیا، جو تین سیڑھیوں یا درجوں والا تھا، بعض روایات میں دو سیڑھیاں مذکور ہوئی ہیں، جن میں سب سے اوپر والی کا شمار نہیں کیا گیا، جس پر آپ ﷺ بیٹھا کرتے تھے، اور منبر کی تیاری کا یہ واقعہ ۷ یا ۸ ھ کا ہے۔ (147)

(144) بحوالہ تحفة الأحوذی ۲۸/۳۔ (145) بخاری و فتح الباری ۴۰۲/۲۔

(146) أبو داؤد و عون المعبود ۴۵۷/۳، نیل الأوطار ۲۳۹/۳، حدیث ”مَنْ عَسَلَ وَ اغْتَسَلَ“ میں: وَ دَائِمًا مِنَ الْإِمَامِ“ کے الفاظ بھی ہیں جو کہ سنن أربعة و مسند أحمد اور شرح السنة ۲۳۶/۳ میں ہے۔

(147) أبو داؤد و عون المعبود ۴۱۹/۳-۴۲۲، سیل الاسلام ۴۵/۲۔

اس منبر کی تیاری سے قبل نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، صحیح بخاری، مسند أحمد اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ ﷺ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمانے کا آغاز کیا تو کھجور کا وہ تنارونے لگا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُسے اس طرح روتے سنا جیسے کوئی [معصوم] بچہ رو رہا ہو، آگے وہ بیان فرماتے ہیں :

(فَمَا زَالَتْ تَحْنُ حَتَّى نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمِنْبَرِ فَمَشَا إِلَيْهَا فَاحْتَضَنَهَا فَسَكَتَ). (148)

”وہ مسلسل روتا رہا، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ منبر سے اتر کر اسکی طرف چل دیئے اور اُسے اپنی آغوش مبارک میں بھر لیا تو پھر وہ تناہڑ سکون ہو گیا“۔
نبی ﷺ کے فراق میں کھجور کے سُوکھے ہوئے بے جان تنے کا رونا، اور آپ ﷺ کے اُسے اپنی آغوش میں بھر لینے پر اس کا خاموش ہو جانا، یہ امام الانبیاء ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔

کھڑے ہو کر خطبہ دینا

نبی ﷺ کے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمانے اور دو خطبوں کے درمیان ٹھوڑا سا بیٹھنے کا ثبوت صحیح بخاری و مسلم، سنن أربعة اور مسند أحمد میں مذکور ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

(كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ). (149)

(148) بخاری، ترمذی ۲۲/۳، الفتح الربانی ۸۳/۶.

(149) بخاری ۳۹۷/۲، مسلم ۴۰۶/۲، ترمذی ۲۳/۳، نیل الأوطار ۲۶۸/۳/۲.

الفتح الربانی ۸۹/۶.

”نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے، پھر [تھوراسا] بیٹھتے، پھر کھڑے ہو جاتے تھے، جیسا کہ آج کل تم کرتے ہو“۔

صحیح مسلم، أبو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند أحمد میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

(مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ). (150)

”جس نے آپ کو یہ خبر دی کہ نبی ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے، اُس نے جھوٹ بولا“

ان صحیح احادیث کے علاوہ قرآن کریم، سورہ جمعہ، آیت: اَلَا اِنَّ اَكْبَرُ الْاَقْصَا : وَتَرَكُوْكَ فَاَيْمًا .

’اور (وہ لوگ) آپ ﷺ کو کھڑے چھوڑ گئے‘۔

ان الفاظ سے بھی کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ یہ واقعہ جمعہ کے خطبہ کے دوران ہی پیش آیا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم شریف میں مذکور ہے۔ (151)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بھی کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، اور جمہور کے نزدیک خطبہ کیلئے کھڑے ہونا واجب ہے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس کا سنت ہونا منقول ہوا ہے۔ (152)

(150) مسلم ۱۴۹/۶، أبو داؤد ۴۳۱/۳، تحفۃ الاحوذی ۴۴/۳، الفتح الربانی ۸۹/۶۔

(151) تخریج ۱۳۹ میں گزر گئی ہے نیز دیکھیے سبل السلام و بلوغ المرام ۳۶/۲۔

(152) الفتح الربانی ۹۶/۶، سبل السلام ۴۷/۲، عون المعبود ۴۴۳/۳، فتح الباری ۴۰۱/۲،

شرح السنۃ ۲۴۶/۲-۲۴۹، شرح مسلم للنووی ۱۴۹/۶-۱۵۲، اسی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

”اَنْظُرُوا اِلَى هَذَا الْحَبِیْبِ“ اس خبیث کو دیکھو۔ یہ الفاظ عبدالرحمن بن ام الحکم کو بیٹھ کر

خطبہ دیتے ہوئے کر کے گئے تھے۔

خطبہ جمعہ کا حکم

جمعہ تو کہیں بھی خطبہ کے بغیر نہیں ہوتا، اور نہ ہی کسی مسلک کے لوگ ایسا کرتے ہیں، البتہ خطبہ کی شرعی حیثیت اور اس کے حکم کے بارے میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ جمہور اہل علم کے نزدیک خطبہ واجب ہے، اور ان کا استدلال اُن سب صحیح احادیث سے ہے جن میں ہے کہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی کوئی جمعہ خطبہ کے بغیر پڑھایا ہو، امام ابوحنیفہ، مالک، احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے، البتہ بعض تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے، جبکہ حضرت حسن بصری، داؤد ظاہری، امام الحرمین جوینی، فقہاء و ائمہ مالکیہ میں سے عبد الملک بن حبیب اور ابن المہاشون اور عام علمائے حدیث کا مسلک یہ ہے کہ خطبہ جمعہ سنت ہے، اور ان کا استدلال یوں ہے کہ کسی چیز پر نبی ﷺ کے پیشگی کرنے سے یہ بہر حال ثابت نہیں ہوتا کہ وہ واجب ہو، امام شوکانی نے طرفین کے دلائل ذکر کرنے اور اُن پر بحث و تنقید کے بعد محاکمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بظاہر یہ دوسرا مسلک ہی صحیح تر معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ سنت ہے۔ (153)

دیگر تفصیلات شروع حدیث و کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہیں، بہر حال تعامل امت میں خطبہ جمعہ ایک ضروری امر چلا آ رہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اجزاء خطبہ

نبی اکرم ﷺ کے خطبات جمعہ عموماً پانچ امور پر مشتمل ہوتے تھے:

- (۱) حمد و ثنائے باری تعالیٰ (۲) اپنی رسالت کی شہادت،
- (۳) لوگوں کو وعظ و نصیحت، (۴) قرآن کریم کی بعض سورتوں یا آیات کی تلاوت
- (۵) اور مسلمانوں کیلئے دعاء۔

صحیح مسلم، سنن أربعة، مسند أحمد، صحیح ابن حبان اور بیہقی میں مذکور بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان امور کا اہتمام ہر خطبہ میں ہونا چاہیے۔ (154) بلکہ شافعیہ کے نزدیک یہ پانچوں اجزاء خطبہ کے رکن ہیں، جبکہ حنابلہ کے نزدیک صرف انہی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے، اور مالکیہ کے نزدیک وعظ جمعہ کا رکن ہے اور باقی امور سنت ہیں (155)

خطیب کے بارے میں چند احکام

[أَمَّا بَعْدُ] کہنا

خطبہ جمعہ ہو یا کوئی بھی حلقہ درس، خطیب و واعظ کو چاہیے کہ حمد و ثناء اور صلوة و سلام سے فارغ ہو کر اپنی بات شروع کرنے سے پہلے وہ [أَمَّا بَعْدُ] کہے کیونکہ یہ سنت رسول ﷺ ہے، آپ ﷺ جب بھی خطبہ ارشاد فرماتے تو یہ کلمات کہا کرتے تھے، اور عبدالقادر رهاوی نے بتیس (32) صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث جمع کی ہیں، جن میں سے ہر ایک میں یہ کلمات نبی ﷺ کے خطبات سے منقول ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسی موضوع کی کچھ موصول اور بعض معلق احادیث نقل کی ہیں اور ان پر یہ باب قائم کیا ہے :

بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ : أَمَّا بَعْدُ . (156)

”خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد [أَمَّا بَعْدُ] کہنے کا بیان“

(154) نصوص احادیث کیلئے دیکھئے نیل الأوطار ۲/۳۶۶، فقہ السنۃ ۳۱۰/۱-۳۰۹۔

(155) شرح السنۃ و تحقیقہ ۲۵۲/۴، الفتح الربانی ۹۵/۲-۹۶،

الفقہ علی المذاهب الأربعة ۹۱/۱، عون المعبود ۴۳/۳-۴۴/۳۔

(156) بخاری و فتح الباری ۴۰۲/۲-۴۰۶۔

ہاتھ میں عصا لینا

جبکہ ابو داؤد و مسند أحمد میں مذکور ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ خطیب کو بوقت خطبہ ہاتھ میں کوئی عصا بھی پکڑ لینا چاہیے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ سے یہ منقول ہوا ہے، اور اس حدیث میں قوس یا عصا دونوں کا ذکر ہے۔ (157)

اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ہاتھ میں عصا کی موجودگی خطیب کے ہاتھوں کو لایعنی ادھر ادھر چلانے سے روک دے گی، اور یہ اس کی دلچسپی کا باعث بھی ہوگا۔ (158) لیکن علامہ ابن قیم کی تحقیق یہ ہے کہ منبر بن جانے کے بعد نبی ﷺ کوئی چیز ہاتھ میں نہیں پکڑا کرتے تھے، نہ قوس نہ عصا، اگر یہ سنت ہوتا تو ہرگز ترک نہ کرتے، بعض شروح حدیث میں لکھا ہے کہ خطبہ کے وقت خطیب عصا، قوس نیزہ یا تلوار ہاتھ میں لے لے۔ (159)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منبر بن جانے کے بعد کوئی چیز نہیں پکڑی اور تلوار تو آپ ﷺ پہلے بھی نہیں پکڑا کرتے تھے، اور جو جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ تلوار اس لیے پکڑتے تھے کہ یہ اس بات کی علامت ہو کہ دین اسی کے ذریعے پھیلا ہے، تو یہ ان کی انتہائی جہالت ہے۔ (160)

خطبہ منقطع کرنا

اگر کبھی کوئی خاص ضرورت پیش آجائے تو خطبہ کو چند لمحات کیلئے منقطع کرنے اور پھر جہاں سے چھوڑا ہو، وہیں سے شروع کر دینے کے جواز کا بھی صحیح احادیث سے

157 (نبیل الأوطار ۲/۳۲۸، أبو داؤد ۳۵/۳۵، الفتح الربانی ۹۲/۶)

158 (حوالہ جات سابقہ ص: ۲۶۹، ص: ۲۷۶، ص: ۹۲)

159 (عون المعبود ۳/۳۶-۳۷، سبل السلام ۵۹/۲۱، الفتح الربانی ۹۶/۶)

160 (زاد المعاد، حاشیہ سبل السلام ۵۹/۲۱)

پتہ چلتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم، نسائی، مسند احمد اور بیہقی میں حضرت ابو رفاعہ عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں خطبہ روک کر ایک اجنبی آدمی سے دینی امور کے بارے میں چند باتیں کرنے اور دوبارہ خطبہ شروع کرنے کا ذکر ہے۔ (161)

اسی طرح سنن أربعة اور مسند احمد میں واقعہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اسی دوران حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سرخ رنگ کی قمیص پہنے گرتے پڑتے آرہے تھے، انھیں دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے، اور انھیں اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے [سورہ تغابن کی آیت: ۱۵] تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾

”اور فرمایا: کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے: [تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں]“

میں نے ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھا تو صبر نہ ہوا اور انھیں بات روک کر اٹھالایا ہوں، اور پھر خطبہ شروع فرمادیا۔ (162)

غیر متعلقہ بات کرنا

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اگر خطبہ کے دوران خطیب کوئی [غیر متعلقہ] بات کرے، تو دوبارہ نئے سرے سے خطبہ شروع کرے، گویا انکے نزدیک ایسا کرنے سے خطبہ فاسد ہو جاتا ہے، اور امام خطابی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فقہاء کے اقوال سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ ہے“ (163)

(161) مسلم ۱۶۵/۶۳، الفتح الربانی ۱۰۱/۲، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳،

احناف کے نزدیک خطبہ کے دوران امام کیلئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سوا کوئی دوسری بات کرنا مکروہ تو ہے، لیکن اگر ہو جائے تو اُس سے اُن کے نزدیک بھی خطبہ فاسد نہیں ہوتا (164)

بوقتِ دعاء ہاتھ اٹھانا

صحیح مسلم، ترمذی، نسائی اور مسند أحمد میں ایک حدیث ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ خطبہ جو دعاء مانگی جاتی ہے، اسکے لئے امام کا ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے، بلکہ دعاء کے وقت محض [دائیں ہاتھ کی] انگشتِ شہادت اٹھانا ہی کافی و مسنون ہے۔ (165)

صحیح بخاری و مسلم، أبو داؤد، نسائی، دارقطنی، بیہقی، مسند أحمد اور مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء استسقاء کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (166)

لیکن امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں نفی سے مراد دونوں ہاتھوں کو اٹھانے میں مبالغہ کی نفی ہے، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استسقاء کے علاوہ بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ اور صحیحین یا اُن میں سے کسی ایک کی تیس (30) حدیثیں خود میں نے جمع کی ہیں، جن سے مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اٹھانے کا پتہ چلتا ہے۔ (167)

احادیثِ استسقاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دورانِ خطبہ ہاتھ اٹھانے کے علاوہ نسائی شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی لوگوں کا ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہے۔ (168)

یہ واقعہ نمازِ استسقاء کا نہیں بلکہ خطبہ جمعہ کے دوران بارش کی دعاء مانگنے کا واقعہ

(165) نیل الأوطار ۲/۲۷۰-۲۷۱۔ (166) الفتح الربانی ۶/۲۳۶، نیل الأوطار ۲/۳۷۱۔

(167) شرح مسلم نووی ۳/۱۹۰، نصوصِ احادیث کیلئے المجموع شرح المہذب،

باب صفة الصلوة ویکھیں۔ (168) فتح الباری ۲/۵۰۳۔

ہے، جبکہ نمازیوں میں سے ایک شخص نے آپ ﷺ سے بارش کی دعاء کا مطالبہ کیا تھا۔

سخت ضرورت کے وقت نمازی کا بات کرنا

احادیث سے جہاں دورانِ خطبہ دعاء کیلئے خطیب اور نمازیوں کے ہاتھ اٹھانے لے جواز کا پتہ چلتا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی شدید ضرورت کے موقع پر اگر کوئی نمازی خطیب سے ہمکلام ہو جائے تو اس کا جمعہ فاسد نہیں ہوگا۔ (169)

کیا خطبہ جمعہ غیر عربی میں جائز ہے؟

خطبہ جمعہ کیا صرف عربی زبان میں ہی ہونا ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں مذاہب اربعہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

”مالکیہ کے نزدیک خطبہ صرف عربی میں ہونا ضروری ہے، سننے والے خواہ عرب ہوں یا غیر عرب اور اگر کوئی بھی ایسا شخص نہ ملے، جو عربی میں خطبہ دے سکتا ہو تو وہاں کے لوگوں سے خطبہ ساقط ہو جائے گا“

شافعیہ کے نزدیک اگر سننے والے عرب ہوں تو خطبہ کے ارکان کا عربی میں ہونا ضروری ہے، لیکن اگر وہ غیر عرب ہوں تو ارکانِ خطبہ کا عربی میں ہونا ضروری نہیں۔

حنابلہ کے نزدیک اگر خطیب عربی میں خطبہ دینے کی قدرت رکھتا ہو تو عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ جائز نہیں، لیکن اگر وہ قدرت نہیں رکھتا تو کسی بھی دوسری زبان میں خطبہ دے سکتا ہے، خواہ سننے والے عرب ہوں یا غیر عرب۔

احناف میں سے امام ابو حنیفہ کے شاگردان، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک خطبہ عربی میں دینا ہی ضروری ہے، البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہی اصح الاقوال ہے کہ خطبہ غیر عربی کسی بھی زبان میں دیا جاسکتا ہے، اور شیخ الحدیث سید نذیر

حسین محدث دہلوی اور دیگر علمائے حدیث کا بھی یہی فتویٰ ہے اور اسی سے خطبہ کا مقصود [وعظ و تذکیر] متحقق ہوتا ہے۔ (170)

دور حاضر کے معروف مفتی عالم اسلام شیخ عبدالعزیز بن باز نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔

ایک سوال

اس سلسلہ میں ہمارے استاد گرامی شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ خان صاحب سے بھی سوال کیا گیا:

”کیا نماز جمعہ سے قبل وعظ و نصیحت، سیاسی گفتگو اور تقریر کو صحیح خطبہ جمعہ قرار دینا کسی صحیح دلیل سے ثابت ہے؟“ جبکہ نبی ﷺ اور سلف صالحین امت سے خطبہ جمعہ صرف عربی زبان میں ثابت ہے، اپنی اپنی مختلف زبانوں میں خطبہ جمعہ کیونکہ جائز و سنت ہے؟ جبکہ پوری دنیا میں نماز صرف عربی میں ہوتی ہے، اسکے علاوہ جائز نہیں تو یہاں رد و بدل کس دلیل سے؟ یٰۤاَيُّهَا الْمُتَفَتِّحُونَ

(اسامہ عثمان مدنی، شاہدرہ، لاہور)

الجواب بعون الوہاب

اس پر انھوں نے جواب میں رقم فرمایا: ”جمعہ کا خطبہ غیر عربی زبان میں دینا جائز و درست ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَذْكُرُ النَّاسَ)

”نبی ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے، ان کے درمیان بیٹھتے، ان میں آپ ﷺ قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے“۔

(170) تفصیل کیلئے دیکھئے: فتاویٰ علمائے حدیث ۸۲/۴-۸۷-۱۰۴-۱۱۹-۱۵۶-۱۵۷-۱۶۳،

عون المعبود، ۳/۴۳۴-۴۴۵، الفقہ علی المذاهب الأربعة ۱/۳۹۱-۳۹۲،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ظاہر ہے کہ تذکیر اُسی زبان میں ہوگی جس کو سامع سمجھتا ہو، اسی حکمت و مصلحت کے پیش نظر اللہ عز و جل نے انبیاء علیہم السلام کو ہم زبان لوگوں میں مبعوث فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾

[سورہ ابراہیم: ۴]

”اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا، تاکہ انھیں [احکام الہی] کھول کھول کر بتا دے“۔

مزید آنکہ لفظ خطبہ بھی خطاب کا متقاضی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خطیب کے بالمقابل ایسے لوگ ہونے چاہئیں، جو اس کی بات اور گفتگو کا ادراک و شعور رکھتے ہوں، ورنہ ساری بات چیت لا حاصل اور بے فائدہ اور جانور کے گلے میں ڈھول لٹکانے کے مترادف ہے، یہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب خطیب مقامی لوگوں کی زبان کو محوِ گفتگو بنائے، یہی وجہ ہے کہ کسی بھی فرد کا تصور خطبہ بلا سامع ناممکن ہے، اس خطبہ میں بھی نمازیوں کی وہی شرط ہے، جو اقامتِ جماعت میں ہے:

(الْإِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ) ”دو و ما فوق جماعت ہے“۔

بالفرض اگر کوئی خطیب اپنے سامنے چوپائے باندھ کر جوہرِ خطابت دکھاتا رہے تو اس کا نام خطبہ نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ فہم مقصود ہے، پھر حالتِ خطبہ میں نبی ﷺ کے صفات میں وارد ہے: آواز بلند ہو جاتی، غصہ سخت ہو جاتا، آنکھیں سُرخ ہو جاتیں، گویا آپ ﷺ فوج کو دشمن سے ڈرانے والے ہیں، یہ اُس صورت میں ہوتا ہے جب خطیب کی توجہ کامرکز سامعین ہی ہوں، نیز خطبہ جمعہ کو نماز پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں کہ جیسے نماز بغیر عربی کے نہیں پڑھی جاسکتی، اسی طرح خطبہ بھی بلا عربی نہیں ہونا چاہیے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں مناجات مقصود ہے، جبکہ خطبہ مذکور کیلئے ہوتا ہے صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصِحُّ فِيهَا مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ).

”نماز میں بات چیت درست نہیں، کیونکہ نماز صرف تسبیح، تکبیر اور قرأت قرآن کا نام ہے“۔

باقی رہا سلف صالحین کا عمل، سو اس بات کے بارے میں عرض ہے کہ سلف میں مختلف قسم کے نظریے پائے جاتے ہیں، بعض عدم جواز کے قائل ہیں، اور اگر بالفرض عمل نہ بھی ہو تو بھی کوئی حرج نہیں، اسکے نظائر موجود ہیں مثلاً اخیر القرون کی جملہ تصانیف بزبان عربی تھیں، مدت بعد یہ سلسلہ مختلف زبانوں میں منتقل ہو گیا، حتیٰ کہ کلام الہی کے تراجم و تفاسیر غیر عربی میں ہونے لگ گئے، لہذا دلائل کا اصل محور کتاب وسنت ہے نہ کہ عمل عامل، سو اس کی وضاحت ہو چکی، مزید آنکہ اس کے کچھ عوامل بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً:

اسلامی سلطنت کے غلبہ کی وجہ سے لوگوں نے زیادہ تر عربی زبان ہی اختیار کر لی تھی یا کم از کم اگر نطق نہیں تو فہم ضرور رکھتے تھے، اس بناء پر سلف نے غیر عربی میں تالیفات کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی، یہی وجہ خطبہ جمعہ کی بھی ہو سکتی ہے۔

اس زمانے میں امام جمعہ چونکہ امراء ہوتے تھے، ممکن ہے ان کے خیال میں بہتر یا ضروری خطبہ عربی میں ہو، اور جس کے نزدیک مخاطب کا لحاظ ضروری ہے، اُن کو امارت کا اتفاق نہ ہو سکا ہو۔

عربی زبان کا تحفظ مقصود تھا، کہیں غیر زبانوں سے مل کر اپنا مقام نہ کھو جائے اور جب قواعد و ضوابط تالیفی شکل میں منضبط ہو گئے تو اجازت کی صورت نکل آئی۔ (171)

جمعہ کے دو خطبے یا تین؟

حکیم محمد شوکت صاحب کا لکھا ہوا اور ہندوستان سے شائع شدہ ایک رسالہ نظر سے گزرا ہے، اس میں انھوں نے لکھا ہے :

”ہر زبان میں خطبہ دے سکتے ہیں، یاد رکھیے اُردو میں ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں خطبہ دیا جاسکتا ہے، جہاں جس زبان کے جاننے والے ہوں، یاد رکھیے آنحضرت ﷺ منبر سے جمعہ کے دو ہی خطبے دیا کرتے تھے، جن میں مسائل و حکم اور احکامِ حلال و حرام سب ہی سمجھاتے تھے۔ لوگوں کو جنگ پر مستعد کرتے، جہاد پر رغبت دلاتے، بارش کیلئے دعا کرنے کی التجا پر دعاء فرماتے تھے، حتیٰ کہ سالکین کے جوابات بھی منبر پر ہوتے تھے۔ البتہ ایک خطبہ کے ختم پر منبر پر بیٹھنے پر اٹھ کر دوسرا خطبہ دیتے تھے، چاروں خلیفوں اور اماموں کا یہی طریقہ رہا، اس طرح تین خطبے سنا رسول اکرم ﷺ کے حکم و عمل کے خلاف کرنا ہے، منبر پر نیچے کھڑے ہو کر وعظ یا خطبہ جمعہ سے قبل کچھ سنانا، دین میں نئی بات پیدا کرنا ہے، دین میں نئی بات پیدا کرنے کو بدعت کہتے ہیں“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

(كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٍ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ).

”ہر نئی بات [جو دین میں نکالی جائے] بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے“۔

ہم اُس وقت تک ہی اہل سنت والجماعت کہلا سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُمّی معصوم ﷺ کی اتباع کریں، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلیں، آپ ﷺ کے طریقہ کو اپنائیں، ورنہ ہمیں یہ حق نہیں کہ اہلسنت والجماعت کہلائیں، اسی لئے ہم سے بڑی عقل رکھنے والے ہم سے زیادہ دین کی باریکیوں کو جاننے والے ہمارے امام ابو

حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے :

(يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ بَغْيُ الْعَرَبِيَّةِ لِلْقَادِرِ وَالْعَاجِزِ)

بَكْتِهْمَا (172)

”جائز ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک [خطیب] عربی زبان پر قادر ہو یا نہ ہو، ہر دو حالتوں میں کسی اور زبان میں خطبہ دے سکتا ہے“۔

اور سنئے فرماتے ہیں :

(فَإِنْ كَانَ السَّامِعُونَ أَعْجَمِيُونَ يُتْرَجَمُ بِلِسَانِهِمْ) (173)

”سننے والے عربی زبان نہ جاننے والے ہوں تو خطیب ان کی زبان میں خطبہ کا ترجمہ کر دے“۔

اسی طرح سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ دہلوی فتاویٰ نذیریہ میں فرماتے ہیں کہ :
”خطبہ کا ترجمہ کہنا درست ہے۔ جلد اول ص: ۳۷۱ میں ترجمہ سنانا ضروری لکھا ہے۔ اسی طرح محیط میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک فارسی میں خطبہ پڑھنا جائز ہے“۔

مقبول عام کتب فقہ

حکیم محمد شوکت صاحب مزید لکھتے ہیں :

”ہدایت، شامی، در مختار اور محیط، ان تمام کتب فقہ سے ہی ثابت ہے کہ حاضرین کی زبان میں خطبہ دیا جائے، خطبہ کا ترجمہ سنایا جائے، ہمیں دین کے معاملہ میں ضد نہیں کرنی چاہیئے، یہی کیا کچھ کم برائی ہے کہ ہم آقائے نامدار ﷺ کے خطبہ و طریقہ کے خلاف تین خطبہ دینے پر تلے ہوئے ہیں، غور فرمائیے مقابلہ کس سے ہو رہا ہے، کیا ہم دو کی بجائے تین خطبہ نبی ﷺ کے

(172) جامع المصنوعات اور محتجبی بحوالہ رسالہ مذکورہ .

حکم کے خلاف دیکر مسلمان رہ سکتے ہیں؟ اپنے امام عالی مقام کے مقابلہ میں اپنی ہی رٹ لگا کر حاضرین کی زبان میں خطبہ کب تک نہیں دیں گے؟ کس کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو؟ ذرا غور تو کرو، کاش ہمارے خطیب امام اعظم رحمہ اللہ کے حکم کو مذکورہ فقہ کی کتابوں میں دیکھ کر ہی حاضرین کی زبان میں خطبہ دیں تو ایک بدعت، تین خطبوں کی مرجائے گی [ختم ہو جائیگی] اور صحیح حدیث صرف دو خطبے دینے کی زندہ ہو جائے گی۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ خطبہ حاضرین کی زبان میں نہ ہو، یا ترجمہ سنانا کہنا، یہ اپنی کم علمی کی دلیل کے ساتھ ہی امام اعظم رحمہ اللہ اور دیگر بزرگانِ دین پر انگلی اٹھانا ہے۔“

واقعی یہ تین خطبے بدعت ہی ہیں ہمیں اللہ اور اُس کے رسول اُمّی معصوم ﷺ کے حکم و طریقہ پر عمل پیرا ہونا چاہیے، اسی میں ہمارے دین کی سلامتی و بھلائی ہے، بیشک جمعہ کے خطبہ سے قبل اُردو میں منبر سے نیچے کھڑے ہو کر خطبہ ہو یا وعظ کہنا دین میں نئی بات [بدعت] پیدا کرنا ہے۔ یہی مسائل خطبہ میں بیان ہو سکتے ہیں، اس سے ایک تو نبی ﷺ کی مخالفت نہیں ہوتی، دوسرے وقت کی بچت اور صحیح حکم و احکام کی پابندی ہوتی ہے، ساتھ ہی اپنے امام اور بزرگانِ دین کے ارشادات کی بھی، جبکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے منشاء کے عین مطابق ہیں، جن سے کتبِ فقہ بھی بالکل متفق ہیں، ایسی صورت میں معمولی سمجھ بوجھ کا ہر شخص سر تسلیم خم کرے گا۔

اللہ ہم سب کو نیک و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (174)

نماز جمعہ کی فرض رکعتیں

نماز جمعہ کی صرف دو رکعتیں فرض ہیں، جیسا کہ سنن نسائی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عید الاضحیٰ، نماز عید الفطر، نماز سفر یا قصر اور نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں۔ (175)

رکعات جمعہ میں قراءت

اس بات پر پوری اہمیت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ ان دونوں رکعتوں کی قراءت بھی [فجر اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں کی طرح] جہری و باواز بلند ہے اور یوں تو ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بھی سورت یا قرآن کا کوئی بھی حصہ پڑھا جاسکتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ پڑھی جائیں، کیونکہ صحیح مسلم و أبو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند أحمد میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ (176)

انہی مذکورہ کتب حدیث میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں عیدین کا ذکر تو نہیں، البتہ یہ صراحت موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ (177)

أبو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند أحمد میں حضرت عبد اللہ بن رافع رحمۃ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا حاکم

(175) جامع الأصول لابن الاثیر ۱۳/۶۔

(176) مسلم ۱۶/۳، أبو داؤد ۴۷۳/۳، ترمذی ۵۵۳/۳، الفتح الربانی ۱۱۲/۶۔

(177) مسلم ۱۶/۳، أبو داؤد ۴۷۳/۳، الفتح الربانی ۱۱۲/۶۔

مقررہ کیا اور خود مکہ مکرمہ چلا گیا، انھوں نے جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ [سورت: ۶۳] پڑھی، میں نے نماز کے بعد ان سے کہا کہ آپ نے نماز میں وہی دو سورتیں پڑھی ہیں جو کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے خود نبی اکرم ﷺ کو جمعہ کے روز یہ دو سورتیں پڑھتے سنا ہے“۔ (178)

ان احادیث میں مذکور ترتیب وار سورتوں کو پڑھا جائے تو مستحب ہے، ورنہ کوئی بھی سورت اور قرآن کریم کا کوئی بھی حصہ پڑھا جاسکتا ہے۔

فجر جمعہ میں قراءت

اسی طرح جمعہ کے دن نماز فجر میں پڑھی جانے والی سورتوں کا ذکر بھی کتب حدیث میں موجود ہے، چنانچہ مسلم، ابو داؤد، نسائی اور مسند أحمد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ”جمعہ کے روز فجر کی نماز میں نبی اکرم ﷺ سورۃ السجدة ﴿الْم تَنْزِيلُ﴾ اور سورۃ الذھر ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينَ مِّنَ الذَّهْرِ﴾ اور جمعہ کی نماز میں سورۃ الجمعة و سورۃ المنافقون پڑھا کرتے تھے“۔ (179)

صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند أحمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں نبی ﷺ ﴿الْم تَنْزِيلُ﴾ اور ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ (180)

لہذا اگر ان سورتوں کا خیال رکھا جاسکے تو یہ مستحب ہے۔

حصول جمعہ کی شرط

کبھی ایسی صورت بھی پیش آسکتی ہے کہ نمازی کسی وجہ سے اتنا تاخیر سے آتا ہے

(178) مسلم ۱۶۶۶/۳، أبو داؤد ۴۷۴۳، ترمذی ۵۴۳، الفتح الربانی ۱۱۲/۶۔

(179) مسلم ۱۶۸۶/۳، الفتح الربانی ۱۱۶/۶۔ (180) بخاری ۴۷۷۲، مسلم ۶۸۶/۳، ترمذی ۵۶۳۔

کہ خطبہ پورا ہی ختم ہو چکا ہوتا ہے، اور نماز جمعہ کی جماعت کھڑی ہوتی ہے، اُس نماز کا کتنا حصہ ملے تو نماز جمعہ مل جاتی ہے؟ اس سلسلہ میں اہل علم کی دو الگ الگ آراء ہیں۔ امام احمد، شافعی اور مالک رحمہم اللہ سمیت جمہور علماء امت کی رائے یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کی کم از کم ایک رکعت پالے وہ تو صرف ایک رکعت کھڑے ہو کر اور پڑھ لے، اُسے جمعہ کی نماز مل گئی اور اگر دوسری رکعت نہ ملے بلکہ محض سجود و تشہد میں ہی مل پائے تو وہ امام کے سلام پھیرنے کی بعد چار رکعتیں پڑھے، کیونکہ ان کے نزدیک اسے جمعہ کی نماز نہیں ملی، اور اُس کی یہ نماز ظہر ہوگی، سفیان ثوری، ابن المبارک، اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ کے بقول اکثر صحابہ کا بھی یہی مسلک ہے، اور ان سب کا استدلال صحیح بخاری و مسلم، أبو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث میں مروی اس ارشاد نبوی ﷺ سے ہے:

(مَنْ أَذْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً فَقَدْ أَذْرَكَ الصَّلَاةَ) . (181)

”جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اُس نے وہ نماز پالی“۔

اس سلسلہ میں دوسرا مسلک یہ ہے کہ نماز باجماعت کا چاہے کوئی بھی حصہ پالے تو اُسے وہ جماعت مل گئی، امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ صرف دو رکعتوں کو ہی مکمل کرے گا، اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور علمائے حدیث کا مسلک ہے۔

ان کا استدلال صحیحین و سنن اربعة اور مسند أحمد میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی اُس ارشاد نبوی ﷺ سے ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اقامت ہو جائے، تب بھی نماز کی طرف بھاگ کر نہ آؤ بلکہ آرام و سکون سے آؤ:

(فَمَا أَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَ مَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا) . (182)

(181) ترمذی ۶۱/۳، الفتح الربانی ۱۰۷۶-۱۰۸۱.

(182) بحوالہ صحیح الجامع الصغیر للالبانی ۳۶۹، ۳۷۶.

”تمہیں جماعت کا جو حصہ مل جائے وہ امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو حصہ فوت ہو جائے اُسے بعد میں پورا کرلو“

اس میں جمعہ کی نماز و جماعت بھی شامل ہے، علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ ترمذی شریف کی شرح تحفة الأحوذی میں لکھتے ہیں کہ پہلے مسلک والوں کے پاس کوئی صحیح و صریح دلیل نہیں اور میرے نزدیک زیادہ صحیح مسلک وہی ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا ہے کہ نمازی چاہے تشہد میں ہی کیوں نہ آئے، اُسے صرف دو رکعتیں جمعہ کی ہی مکمل کرنا ہوں گی، کیونکہ یہ ارشاد نبوی ﷺ مطلق ہے کہ تمہیں جماعت کا جو حصہ مل جائے اُسے پڑھ لو اور جو حصہ فوت ہو جائے اُسے [بعد میں اٹھ کر] مکمل کرلو۔ (183)

اگر آدمی کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو جمعہ ہی کی نماز پڑھے یا ظہر کی؟

اب رہی یہ بات کہ اگر کسی کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو جمعہ ہی کی نماز پڑھے یا ظہر کی؟ اس سلسلہ میں ایک سوال حضرت العلام حافظ عبد اللہ محدث روپڑی سے کیا گیا جو جواب سمیت افادہ عام کیلئے درج ذیل ہے:

ایک سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی اگر نماز جمعہ فوت ہو جائے تو کیا اس صورت میں وہ جمعہ ہی کی نماز پڑھے گا یا ظہر کی نماز ادا کرے گا؟ فتویٰ شائع فرما کر مشکور ہوں

(محمد ایوب صابر، رینالہ خورد)

الجواب بعون الوهاب

اس مسئلہ میں ائمہ اسلام مختلف ہیں، امام شافعی، عبد اللہ بن مبارک، امام سفیان ثوری، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ اگر مسبوق رکعتِ کاملہ امام کے ساتھ پالے تو دوسری رکعت پڑھ لے، اُس کا جمعہ ہو گیا، اور اگر رکعت سے کم حصہ پائے یعنی دونوں رکعتوں کے ہو جانے کے بعد آیا ہے اور محض سجود یا تشہد ہی میں ملا ہے، تو اُس کا جمعہ رہ گیا، وہ ظہر کی نیت کر کے امام کے ساتھ ملے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی اتباع کرنے والے فرماتے ہیں کہ سلام پھیرنے سے پہلے ملنے والا بھی جمعہ ہی پڑھے، یعنی رکعتِ کاملہ امام کے ساتھ پائے یا رکعت کے اجزاء میں ملے، دونوں صورتوں میں جمعہ کی نیت کرے۔

میرے فہم ناقص میں از روئے دلائل امام احمد و امام شافعی رحمہما اللہ وغیرہما کا مسلک صحیح اور رائج ہے اور اس کی تین وجہیں ہیں :

پہلی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

(إِنَّ الْجُمُعَةَ لَا تُدْرِكُ إِلَّا بِرُكْعَةٍ كَمَا أَفْتَى بِهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَأَنَسٌ وَغَيْرُهُمْ وَلَا يَعْلَمُ لَهُمْ فِي الصَّحَابَةِ مُخَالَفٌ وَقَدْ حَكَى غَيْرُ وَاحِدٍ أَنَّ ذَلِكَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ). (184)

”جمعہ کم از کم ایک رکعت پانے سے مل سکتا ہے، جیسے صحابہؓ نے اس کا فتویٰ دیا ہے جن میں سے ابن عمر، ابن مسعود، انسؓ وغیرہ ہیں، صحابہؓ میں ان کا مخالف

کوئی معلوم نہیں، اور کئی علماء نے اس پر اجماع صحابہؓ نقل کیا ہے۔“

دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی ایک حدیثوں میں صاف و صریح وارد ہے:

(مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا فَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرَى، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ). (185)

”جو جمعہ وغیرہ کی ایک رکعت پالے، وہ اُس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے، اور اُس کی نماز پوری ہوگئی۔“

یہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیثیں کئی طریق سے مروی ہیں، اور اگرچہ یہ سب حدیثیں ضعیف ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں کہا ہے، مگر ان کی تائید حدیث کے اُس بہت عمدہ طریق سے ہو سکتی ہے، جس میں ہے:

(مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَذْرَكَ الصَّلَاةَ). (186)

”جو ایک رکعت پالے، اُس نے نماز پالی۔“

تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَتَيْنِ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَذْرَكَ الصَّلَاةَ) (187)

”جو امام کے ساتھ ایک رکعت پالے اُس نے نماز پالی“

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، جبکہ امام ابن تیمیہ نے کہا ہے: یہ حدیث صحیحین کی ہے اور لکھا ہے:

”یہ حدیث اس نزاع کو ختم کرنے والی ہے۔“

فرضوں کے بعد کی سنتیں

نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد جو مؤکدہ سنتیں ہیں، اُن کے بارے میں دو قسم کی

(185) نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی، (186) شقیق علیہ، تلخیص الحبیر، (187) صحیح مسلم.

حدیثیں ہیں۔

پہلی یہ کہ جمعہ کے فرضوں سے فارغ ہو کر ذکر و اذکار کے بعد گھر چلا جائے اور صرف دو سنتیں پڑھ لے، جیسا کہ بخاری و مسلم، سنن اربعة اور مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

(كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي

بَيْتِهِ) . (188)

”نبی ﷺ جمعہ کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے“۔

دوسری حدیث صحیح مسلم، سنن اربعة اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا) . (189)

”تم میں سے جب کوئی شخص جمعہ پڑھ چکے تو اُسے چار رکعتیں پڑھئے“۔

ان دونوں میں سے پہلی فعلی اور دوسری قولی حدیث ہے اور دونوں ہی صحیح ہیں اور ان دونوں کو جمع کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گھر میں آ کر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھ لے اور اگر مسجد میں ہی پڑھے تو چار پڑھے۔ (190)

ان میں سے کسی بھی ایک حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے، دو والی پر، یا چار والی پر جبکہ حضرت علی، ابن عمر، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور عطاء، ثوری، ابو یوسف رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ پہلے دو رکعتیں اور پھر چار رکعتیں پڑھ لے، لیکن یہ مسلک کسی صریح حدیث سے ثابت نہیں۔ (191)

(188) بخاری ۴۲۵/۳، مسلم ۱۶۹/۶/۳، الفتح الربانی ۱۱۴/۶۔

(189) صحیح مسلم ۱۶۸/۶/۳، الفتح الربانی ۱۱۵/۶۔

(190) فقہ السنۃ ۳۱۵/۱، زاد المعاد ۴۳۰/۱، (191) الفتح الربانی ۱۱۷/۶۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ چار ہیں۔ (192)

چار رکعتیں کیسے؟

چار رکعتیں پڑھنے والے کیلئے جائز تو دونوں طرح ہی ہے کہ چاہے تو انھیں ایک ہی سلام سے پڑھ لے، یا چاہے تو دو دو رکعتیں کر کے دو سلاموں سے پڑھ لے، امام شافعی اور جمہور کا مسلک دو سلاموں والا اور احناف کا ایک سلام والا ہے، اور امام شونکانی رحمہ اللہ نے احناف کے مسلک کو اظہر [رانج] قرار دیا ہے، جبکہ جمہور کا مسلک اٹھ [زیادہ قرین احتیاط] ہے تاکہ لوگوں میں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ظہر احتیاطی کے چار فرض پڑھ رہا ہے۔

غرض چار رکعتیں پڑھنا افضل اور دو پڑھنا جائز ہے۔ (193)

اجتماعِ عید و جمعہ

مسائلِ عیدین سے ہی ایک موضوع ہے ”عید و جمعہ کا ایک ہی دن میں جمع ہو جانا“، اور پھر اس موضوع کے بھی دو پہلو ہیں :

اولاً : اگر کبھی اتفاق سے عید و جمعہ ایک ہی دن آجائیں تو اُسکے بارے میں مشہور کی گئی ایک افواہ اور اُسکی اصل حقیقت۔

ثانیاً : جب کبھی ایسا ہو جائے تو احکامِ جمعہ میں تغیر و تبدیلی اور آئمہ و فقہاء کے نظریات

ایک افواہ اور اس کی حقیقت

صرف عوام الناس کی حد تک ہی نہیں، روزناموں کے بعض مستقل کالم نگار حضرات پر بھی اُنکے ماحول کا اثر ہے اور وہ بھی علمِ دین کی صحیح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے اس افواہ

کو کسی نہ کسی رنگ میں اپنے کالموں کی زینت بنا دیتے ہیں۔ وہ افواہ کیا ہے؟
 کہا جاتا ہے کہ اگر عید، جمعہ کے دن آجائے اور جمعہ کے دن دو خطبے: خطبہ عید
 اور خطبہ جمعہ ہوں تو یہ حکمران کیلئے باعثِ زوال اور قوم و ملک کیلئے [بھاری] ہوتے
 ہیں، یہ عقیدہ خالص جاہلانہ نظریہ اور محض اوہام پرستی ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق
 اور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، اور بعض لوگ کسی بات کے مشہور ہو جانے اور اُسے
 اکثر لوگوں کے مان لینے سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ یہ سب لوگ جو
 کچھ کہہ رہے ہیں، ٹھیک ہی ہوگا، حالانکہ اسلام میں کسی کام یا بات کے ٹھیک ہونے یا
 نادرست ہونے کا معیار لوگوں کی زبان یا آوازہٴ خلق نہیں بلکہ کتاب و سنت ہے۔ اگر
 ایک بات کو لوگوں کی اکثریت اپنائیتی ہے، جبکہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے
 خلاف ہے تو وہ ہرگز درست نہیں۔

ایسے ہی ایک بات قرآن و سنت سے تو ثابت ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت اس
 کی منکر و تارک ہو تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور اس بات کے درست ہونے میں
 کتاب و سنت کا ماننے والا کوئی بھی مسلمان ہرگز کسی شک و شبہ کا شکار نہیں ہوتا۔
 اسی طرح جرائد و مجلات میں جو مواد شائع ہوتا رہتا ہے، اُس کے ساتھ اگر کوئی
 شرعی سند نہ ہو تو محض اخبارات میں شائع ہو جانے سے کوئی بات درست ثابت نہیں
 ہو جاتی مسائلِ دین کے بارے میں اس بنیادی اصول کے پیشِ نظر عید کے بروز جمعہ
 آجانے اور ایک ہی دن میں دو خطبے ہونے کو حکمرانوں کے زوال کا باعث اور قوم و
 ملک کیلئے [بھاری] کہے جانے کی افواہ بھی تو ہم پرستی اور ”عوامی ذہن“ کی پیداوار
 ہے، قرآن و سنت سے ایسی باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ویسے عقلی نقطہٴ نظر سے بھی یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ ایک طرف ہم

جمعہ کے دن کو خیر و برکت کا دن کہتے ہیں، اسی طرح ہم عید کے دن کو بھی مبارک سمجھتے ہیں، اور عید مبارک کہتے ہیں، مگر جب یہ دونوں برکتیں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو خوشی و دبلا ہونی چاہیے تھی مگر توہم پرستوں کے چہرے اتر جاتے ہیں اور وہ اُسے باعثِ نحوست و مصیبت سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ اچھے کام جتنے زیادہ ہوں گے، خیر و برکت میں بھی اتنا ہی اضافہ ہوگا، نہ کہ قوموں اور حکمرانوں کیلئے باعثِ زوال۔

یہ سب لایعنی عقائد اور فضول قسم کے نظریات ہیں، جو تعلیماتِ دین سے نا آشنائی اور جہالت کا نتیجہ ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے فاضل دوست جناب مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ نے بھی اپنے ماہنامہ ”صراطِ مستقیم“ برمنگھم کے کسی قاری کے سوال پر جواباً بڑا چچا تلافیٰ لکھا تھا، ہم نے اُس سے بھی استفادہ کیا ہے۔ (194)

غرض دین میں اس بات کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا، بلکہ اس کے برعکس خود نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مسعود میں جمعہ اور عید ایک ساتھ آئے، جیسا کہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خذیمہ، بیہقی، مسند أحمد اور مستدرک حاکم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے :

((وَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ: هَلْ شَهِدْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عِيدَيْنِ اجْتَمَعَا؟ قَالَ: نَعَمْ، صَلَّى الْعِيدُ أَوَّلَ النَّهَارِ ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْجُمُعَةِ). (195)

”اُن سے حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا پایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مسعود میں کبھی دو عیدیں [عید و جمعہ] اکٹھے ہوئے ہوں؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے دن کے شروع میں نمازِ عید پڑھائی اور جمعہ کی

(194) دیکھئے ”صراطِ مستقیم“، برمنگھم جلد ۱۰ شمارہ ۱۲۔

(195) بحوالہ الفتح الربانی ۳۲/۶ المتفق ۲/۲۸۲، فقہ السنۃ ۳۱۶/۱۔

رخصت دے دی۔“

امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ایاس بن ابورملہ مجہول ہے، البتہ امام علی بن مدینی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (196)

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی ﷺ نے ایسی کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی کہ عید و جمعہ کا اکٹھا ہو جانا خطرناک اور باعثِ نحوست ہے، بلکہ ابو داؤد، اسن ماجة اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے، جس کی سند میں ایک راوی بقیہ بن ولید ہے، امام احمد بن حنبل اور امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرسل کی حیثیت سے صحیح قرار دیا ہے، اور امام بیہقی نے اسے موصولاً روایت کیا ہے، اور جمعہ کی رخصت کو ”عوالی مدینہ“ کے لوگوں کے ساتھ خاص بیان کیا، لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ (197)

اس حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

(قَدْ اجْتَمَعَ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا عِيدَانِ... الخ). (198)

”آج تمہارے لئے دو عیدیں [یعنی دو خوشیاں] جمع ہو گئی ہیں۔“

اس حدیث شریف کی رو سے تو جمعہ و عید کے اکٹھے ہو جانے کو دو خوشیوں کا اجتماع قرار دیا گیا ہے، اور یہ لوگ ایسے میں پریشان ہو جائیں کہ نہ معلوم کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی؟ تو یہ کہاں کی حبِ رسول ﷺ ہے؟

ایسے ہی صحیح بخاری شریف میں بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

عہد خلافت میں عید و جمعہ اکٹھے آگئے تو انھوں نے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

(يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ هَذَا يَوْمٌ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ). (199)

”اے لوگو! آج وہ مبارک دن ہے کہ جس میں تمہاری دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں“

بخاری شریف کے الفاظ میں اس بات کی صراحت نہیں کہ وہ عید کون سی تھی؟

البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ عید الاضحیٰ تھی۔

اسی طرح ہی ابو داؤد و نسائی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

کے عہد میں جمعہ اور عید الفطر اکٹھے آگئے تو انھوں نے بھی خطبہ عید میں خوشی کا اظہار

کرتے ہوئے فرمایا:

(عِيدَانِ اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ). (200)

”ایک ہی دن میں دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں“

جمعہ کو عید کا نام بھی ان احادیث بالا کی رو سے نبی ﷺ کا عطاء کیا ہوا ہے، جیسا

کہ عید و جمعہ کو دو عیدیں کہنے سے ظاہر ہے، ایسے ہی سنن کبریٰ بیہقی میں بھی

ایک حدیث میں ہے:

(مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ! هَذَا الْيَوْمُ جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكُمْ عِيدًا

فَاغْتَسِلُوا وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ). (201)

”اے مسلمانو! اس [جمعہ کے] دن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یوم عید بنایا

ہے، لہذا تمہیں جمعہ کے دن غسل اور مسواک ضرور کرنا چاہیئے“

ان سب احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ عید و جمعہ کا اکٹھے ہو جانا باعثِ نحوست

نہیں بلکہ زیادہ مسرت کا موجب ہے، اور اسے حکمرانوں کیلئے باعثِ زوال اور قوم و

ملک کیلئے [بھاری] قرار دینا تو ہم پرستیوں اور خرافات کا نتیجہ ہے، جن میں آج امتِ اسلامیہ کا ایک بہت بڑا طبقہ مبتلا ہے بقول اقبال :

یہ امتِ خرافات میں گھوگئی ہے۔

نمازِ جمعہ کے حکم میں تغیر و رخصت

ایک ہی دن میں اجتماعِ عید و جمعہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس جمعہ کے دن عید ہو، اس دن کی نمازِ جمعہ کے بارے میں کیا تغیر واقع ہوتا ہے؟ اور نمازِ جمعہ کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کبھی عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو نمازِ جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، چنانچہ سابق میں ذکر کئی گئی ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ خزیمہ بیہقی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم نے کوئی ایسا موقع پایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مسعود میں دو عیدیں جمع ہوگئی ہوں؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں، اور مزید فرمایا:

(صَلَّى الْعِيدَ أَوَّلَ النَّهَارِ ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْجُمُعَةِ... الخ) (202)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے شروع میں عید کی نماز پڑھی اور جمعہ کی رخصت دے

دی، اور فرمایا:

(مَنْ شَاءَ أَنْ يُجَمِّعَ فَالْيَوْمِ) ”جو جمعہ پڑھنا چاہے، وہ پڑھ لے“

اس طرح عید گاہ میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اجازت دے دی کہ جو شخص جمعہ بھی پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے، اور اگر کوئی نہ پڑھنا چاہے تو بھی کوئی حرج نہیں، اسی طرح ہی ابوداؤد، ابنِ ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں بھی ہے کہ آج تمہارے لئے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں :

(فَمَنْ شَاءَ أَجْزَأَهُ مِنَ الْجُمُعَةِ وَ إِنَّا مُجْمِعُونَ) . (203)

”تم میں سے جو شخص چاہے اُس کے لئے نماز عید ہی جمعہ سے کفایت کر جائے گی، البتہ ہم جمعہ پڑھیں گے“۔

اور بخاری شریف میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب عید [الاضحیٰ] اور جمعہ اکٹھے ہو گئے تو انھوں نے اپنے خطبہ عید میں ارشاد فرمایا: ”اے لوگو آج تمہاری دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں“:

(فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ وَمَنْ رُحِبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ) . (204)

”تم عوامی مدینہ کے لوگوں میں سے جو شخص جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ کر لے، اور جو شخص اپنے گاؤں کو لوٹ جانا چاہے، اُسے میں نے اجازت دے دی“۔

ایسے ہی ابو داؤد و نسائی میں حضرت وہب بن کیسان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں نماز جمعہ اور عید الفطر ایک ہی دن میں اکٹھے ہو گئے تو انھوں نے نماز عید کیلئے نکلنے میں اس قدر تاخیر کر دی کہ سورج کافی چڑھ آیا، پھر وہ آئے اور خطبہ ارشاد فرمایا اور خطبہ سے فارغ ہو کر نماز عید پڑھائی، آگے وہ بیان کرتے ہیں:

(وَلَمْ يُصَلِّ لِلنَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ) ”اور اُس دن لوگوں کو نماز جمعہ نہیں پڑھائی“

حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا [جو اُس عید کے دن طائف گئے ہوئے تھے] تو انھوں نے فرمایا:

(أَصَابَ السُّنَّةَ) . (205) ”انھوں نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کیا“

ان سب احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عید آجائے تو نماز جمعہ کی

فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، جو پڑھنا چاہے پڑھ لے اور جو نہ پڑھے، اُسے بھی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ اُس کی رخصت دے دی گئی ہے، علامہ ابن القیم، امام صنعانی، امام شوکانی، نواب صدیق حسن خان، شیخ البانی اور کئی دیگر اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ (206)

اصحابِ رخصت؟

کیا یہ رخصت سب کے لئے ہے؟ اس میں ائمہ و فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، مثلاً چنانچہ حنابلہ کے نزدیک جمعہ کی رخصت سب کیلئے ہے سوائے امام کے، تاکہ جو لوگ جمعہ پڑھنا چاہیں انھیں وہ جمعہ پڑھائے، اور اُن کا استدلال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ:

(وَ اَنَا مُجَمِّعُونَ) . سے ہے کہ: ”ہم تو جمعہ پڑھیں گے“.

شافعیہ کے نزدیک یہ رخصت شہر والوں کیلئے نہیں، بلکہ صرف اُن دیہات والوں کیلئے ہے [جن کے یہاں جمعہ نہ ہوتا ہو] اور ان کا استدلال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اُن الفاظ سے ہے کہ مدینہ طیبہ کے نواحی گاؤں [عوالی مدینہ] کے لوگوں میں سے جو شخص نماز جمعہ کا انتظار کرنا چاہے کر لے اور جو لوٹ جانا چاہے وہ لوٹ جائے، میں نے اُسے اجازت دی۔ شافعیہ کا کہنا ہے کہ نواحی دیہات کے لوگوں کا شہر آ کر عید پڑھنا، پھر واپس اپنے گھروں کو لوٹنا اور جمعہ کیلئے دوبارہ شہر آنا باعثِ مشقت ہے اور مشقت سے جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ اور امام نووی کے بقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور جمہور اہل علم کا قول یہی ہے۔

مالکیہ میں سے مطرّف، ابن وہب اور ابن مابشون نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ ضروری ہے اور یہی مسلک احناف کا بھی ہے، جبکہ معروف محقق و مجتہد امام شوکانی نے نیل الأوطار میں، برصغیر کے معروف عالم اور والی ریاست

بھوپال علامہ نواب صدیق حسن خان نے الروضة الندية میں اور شیخ احمد عبدالرحمن البتا [والد حسن البتا] نے بلوغ الأمانی شرح الفتح الربانی میں دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ نماز جمعہ کی رخصت سب کیلئے ہے، شہر کا ہو یا گاؤں کا، عوام الناس میں سے ہو یا امام و حاکم، شیخ البتا نے صرف اتنا لکھا ہے کہ شہر والوں کیلئے جمعہ واجب تو نہیں البتہ مستحب ہے۔

صحابہ کرام میں سے حضرت علی، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر ؓ اور امام عطاء رحمہ اللہ سے نماز جمعہ کی عام رخصت کی روایت ملتی ہے، اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کا نماز جمعہ نہ پڑھانا اور صحابہ کرام ؓ کا اُن پر اعتراض نہ کرنا اور پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا (أَصَابُ السُّنَّةِ) فرمانا اور کسی صحابی کا ان پر بھی اعتراض نہ کرنا اور حضرت عثمان ؓ کا جمعہ نہ پڑھنے کی اجازت دینا اور اُن پر بھی کسی صحابی کا اعتراض نہ کرنا عید کے دن نماز جمعہ کے عدم وجوب کی قوی دلیل ہے۔ اور مذکورہ صحابہ کرام ؓ اور امام عطاء رحمہ اللہ کے نزدیک تو عید و جمعہ کے ایک ہی روز میں آجانے کی شکل میں نماز جمعہ ہی نہیں بلکہ نماز ظہر بھی فرض نہیں رہتی، امام شوکانی، نواب صدیق حسن خان رحمہما اللہ اور سید سابق نے اس کی تائید و تفصیل ذکر کی ہے، خصوصاً ابو داؤد میں امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی حضرت ابن زبیر ؓ کے فعل سے استدلال کیا ہے جو یوں منقول ہوا ہے:

(لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِمَا حَتَّى صَلَّى الْعَصْرَ)

”انھوں نے [نماز عید کی] دو رکعتوں کے سوا کچھ نہ پڑھا، یہاں تک کہ نماز

عصر ادا فرمائی۔“ (207)

البتہ جمہور کا مسلک [نماز ظہر پڑھ لینا] ہی احوط ہے۔

(207) تفصیل کیلئے: نیل الأوطار ۲۸۲/۲۸۳، الروضة الندية ۱۳۱/۱۳۲

شرح النسبة بغوی ۲۲۲/۲۲۳۔ الفتح الربانی ۳۶، ۳۲/۱، فقہ السنة ۳۱۶/۱

مصادر و مراجع

- (۱) القرآن الکریم .
- (۲) ارواء الغلیل ، علامہ البانی ، المکتب الاسلامی .
- (۳) بخاری مع الفتح ، دار الافتاء ، الرياض .
- (۴) بذل المجهود ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری .
- (۵) بلوغ المرام ، ابن حجر ، احیاء التراث بیروت .
- (۶) تحفة الأحوذی ، مولانا عبد الرحمن مبارکپوری .
- (۷) تلخیص الحبیر ، ابن حجر ، جامعہ سلفیہ . فیصل آباد .
- (۸) تمام المنہ ، علامہ البانی ، دار الراہیہ . الرياض .
- (۹) جامع الأصول ، ابن الاثیر . طبع اول قاہرہ .
- (۱۰) جمع الفوائد مع اعذب الموارد ، بیروت .
- (۱۱) جمعہ کے دو خطبے یا تین ؟ ، حکیم شوکت علی ، حیدر آباد . انڈیا .
- (۱۲) سنن دار قطنی ، نشر السنہ . ملتان .
- (۱۳) در مختار ، علامہ حصکفی ، کراچی .
- (۱۴) الروضہ الندیہ شرح الدرر البہیہ ، نواب صدیق حسن خان ، دار المعرفہ .
- (۱۵) ریاض الصالحین ، تحقیق الأرناؤوط ، دار الکتب . بیروت .
- (۱۶) زاد المعاد ، ابن قیم ، تحقیق الأرناؤوط .
- (۱۷) سبل السلام ، علامہ صنعانی ، طبع بیروت و مصر .
- (۱۸) سنن ابی دائود مع العون ، طبع مدنی .
- (۱۹) سنن ترمذی مع التحفہ ، طبع مدنی .
- (۲۰) سنن کبریٰ بیہقی ، دار الفکر . بیروت .
- (۲۱) نسائی مع التعليقات السلفیہ ، المکتبہ السلفیہ لاہور .
- (۲۲) سیرت ابن ہشام ، طبع بیروت .
- (۲۳) شرح السنہ ، بغوی ، المکتب الاسلامی ، بیروت .
- (۲۴) شرح مسلم ، نووی ، دار المعرفہ و دار احیاء التراث .
- (۲۵) صحیح ابن خزیمہ ، تحقیق الأعظمی ، طبع الرياض .
- (۲۶) صحیح ابن حبان ، الفاسی . تحقیق الأرناؤوط .
- (۲۷) صحیح بخاری ، تحقیق الدكتور البغاء ، علوم القرآن .

- (۲۸) صحیح الجامع الصغیر للالبانی .
- (۲۹) صحیح سنن ابی دائود ، علامہ البانی ، المکتبہ العلمی
- (۳۰) صلوة المسلمین ، مسعود احمد ، کراچی .
- (۳۱) عون المعبود ، علامہ شمس الحق ، طبع قدیم و مدنی .
- (۳۲) فتح الباری ، ابن حجر عسقلانی ، دار الافتاء .
- (۳۳) الفتح الربانی ، احمد عبد الرحمن البناء دار الشہاب . قاہرہ
- (۳۴) فتاویٰ علمائے حدیث ، مولانا علی محمد سعیدی
- (۳۵) الفقہ الاسلامی و أدلتہ ، الدكتور وہبہ الزحیلی .
- (۳۶) فقہ السنہ ، سید سابق ، دار الكتاب العربی .
- (۳۷) الفقہ علی المذاهب الأربعة ، للجزیری ، دار احیاء
- (۳۸) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ، طبع سعودیہ .
- (۳۹) المجموع شرح المہذب ، امام نووی ، مصر .
- (۴۰) المحلی ، لابن حزم تحقیق احمد شاکر .
- (۴۱) مختصر الترغیب ، ابن حجر ، طبع مالیکائون . انڈیا .
- (۴۲) المرعاة شرح مشکوٰۃ ، علامہ عبید اللہ رحمانی .
- (۴۳) مسند احمد ، مرتب ، دار الشہاب قاہرہ .
- (۴۴) مسند الشافعی ، بیروت .
- (۴۵) مشکوٰۃ المصابیح ، تحقیق البانی ، المکتبہ الاسلامی
- (۴۶) معارف الحدیث ، مولانا نعمانی ، طبع لکھنؤ .
- (۴۷) معجم طبرانی کبیر ، تحقیق حمدي مصطفى ، بیروت .
- (۴۸) المغنی ، ابن قدامہ تحقیق ڈاکٹر ترکی ، و محمد خلیل ہراسی .
- (۴۹) منتقى الاخبار مع النیل ، ابن تیمیہ ، مصر و بیروت
- (۵۰) نیل الاوطار ، امام شوکانی ، طبع مصر و بیروت .
- (۵۱) صحیح مسلم ، دار احیاء التراث ، بیروت .

جرنل و مجلات

- (۵۲) ۱۔ ماہنامہ ”صراطِ مستقیم“ ، برنگھم ، برطانیہ .
- (۵۳) ۲۔ ماہنامہ ”منار الاسلام“ ، البوطہی .
- (۵۴) ۳۔ مفت روزہ ”الاعتصام“ ، لاہور .

الشیخ محمد منیر قرقر

حفظہ اللہ

ترجمان سیرم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

کی چند علمی و تحقیقی مطبوعہ کتب

- 1 آئینہ نبوت (سیرت نبی ﷺ پر ایک اچھوتے انداز میں)
- 2 رمضان المبارک (روحانی تربیت کا مہینہ)
- 3 مسنون ذکر الہی (مفصل)
- 4 خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو، انگلش)
- 5 انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک
- 6 قبولیت عمل کی شرائط
- 7 سوئے حرم
- 8 فقہ الصلوٰۃ (جلد ۲)
- 9 جہاد اسلامی کی حقیقت
- 10 سود و رشوت
- 11 مذمت زنا کاری و فحاشی
- 12 گلدستہ نصیحت سے بچاس پھول
- 13 طریق الامان عن عمل الشیطان
- 14 مذمت لواطت و اغلام بازی
- 15 انسداد زنا کاری کیلئے اسلام کی حفاظتی تدابیر
- 16 آمین (معنی و مفہوم - مقتدی کیلئے حکم)

- 17 درود شریف (فضائل واحکام)
- 18 ظہور امام مہدی
- 19 قربانی و عیدین
- 20 نماز ہجگانہ کی رکعتیں مع نماز و ترو تہجد
- 21 فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ضرورت جہاد
- 22 اسیران جہاد اور مسئلہ غلامی
- 23 انسان جان کی قدر و قیمت اور فلسفہ جہاد
- 24 دخول جنت کے تیس اسباب
- 25 زیارت مدینہ منورہ
- 26 مختصر مسائل واحکام طہارت و نماز
- 27 جشن میلاد مصطفیٰ یوم وفات پر؟
- 28 رکوع میں ملنے والے کی رکعت
- 29 مختصر احکام و مسائل رمضان و روزہ
- 30 نماز و روزہ کی نیت
- 31 رکوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت
- 32 مسائل حج و عمرہ
- 33 وجوب نقاب و حجاب
- 34 نماز کے مبطلات و مفسدات اور مکروہات و مباحات
- 35 مصنوعی اعضاء اور خارجی اشیاء کی صورت میں احکام غسل و وضو
- 36 جمعۃ المبارک فضائل و آداب مسائل واحکام

غلام مصطفیٰ فاروق مدیر

رابطہ

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



حرفِ سپاس و تشکر

اس کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں ہمارے ساتھ
جماعة مسجد الامام أبو حنیفہؒ

[قاعدة الملك عبد العزيز الجوية] الظهران
(ظہران ایئر بیس، سعودی عرب)

نے تعاون کیا ہے

فَجَزَاهُمُ اللَّهُ خَيْرَ أَفْي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

لہذا ہم اسے تجارتی و کاروباری نقطہ نظر سے نہیں بلکہ محض دعوتی و تبلیغی انداز سے
آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ابو عثمان محمد شریف

www.KitaboSunnat.com



حضرت مولانا ابوسعید خدریؒ رحمہ اللہ

کی چند علمی و تحقیقی تالیفات و تراجم

نماز و روزہ کی تہیت	مسائل قربانی و عیدین	امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ضرورت جہاد	طریق الامان عن عمل الشیطان (ادوات و نظام ہادی کی خدمت)	فقہ الصلوٰۃ (جلد اول)
رکوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت	نماز پنجگانہ کی رکعتیں مع نماز وتر تہجد	اسیران جہاد اور مسئلہ غلامی	مذمت فحاشی و زنا کاری	فقہ الصلوٰۃ (جلد دوم)
طہارت نماز	ننگے سر نماز	رمضان المبارک روحانی تربیت کا مہینہ	انداز زنا کاری کیلئے اسلام کی حفاظتی تدابیر	سوئے حرم
رمضان و روزہ اور زکوٰۃ	حج مسنون	دخول جنت کے تیس اسباب	آئینہ نبوت	ذکر الہی
سیرۃ امام الانبیاء	زیارت مدینہ منورہ (آداب و احکام)	گلدستہ نصیحت سے پچاس پھول	سود رشوت	قبولیت عمل کی شرائط
شراب اور دیگر منشیات	جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ یوم وفات پر؟	غزیر کی چربیء مشعل اشیائے استعمال (نورسائل)	جہاد اسلامی (فضائل و مسائل)	ظہور امام مہدی
انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک	رکوع میں ملنے والے کی رکعت	درود شریف (فضائل و مسائل)	انسانی جان کی قدر و قیمت اور فلسفہ جہاد	آمین

نشر و توزیع : مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمپئیل ٹسک (سیاکوٹ)